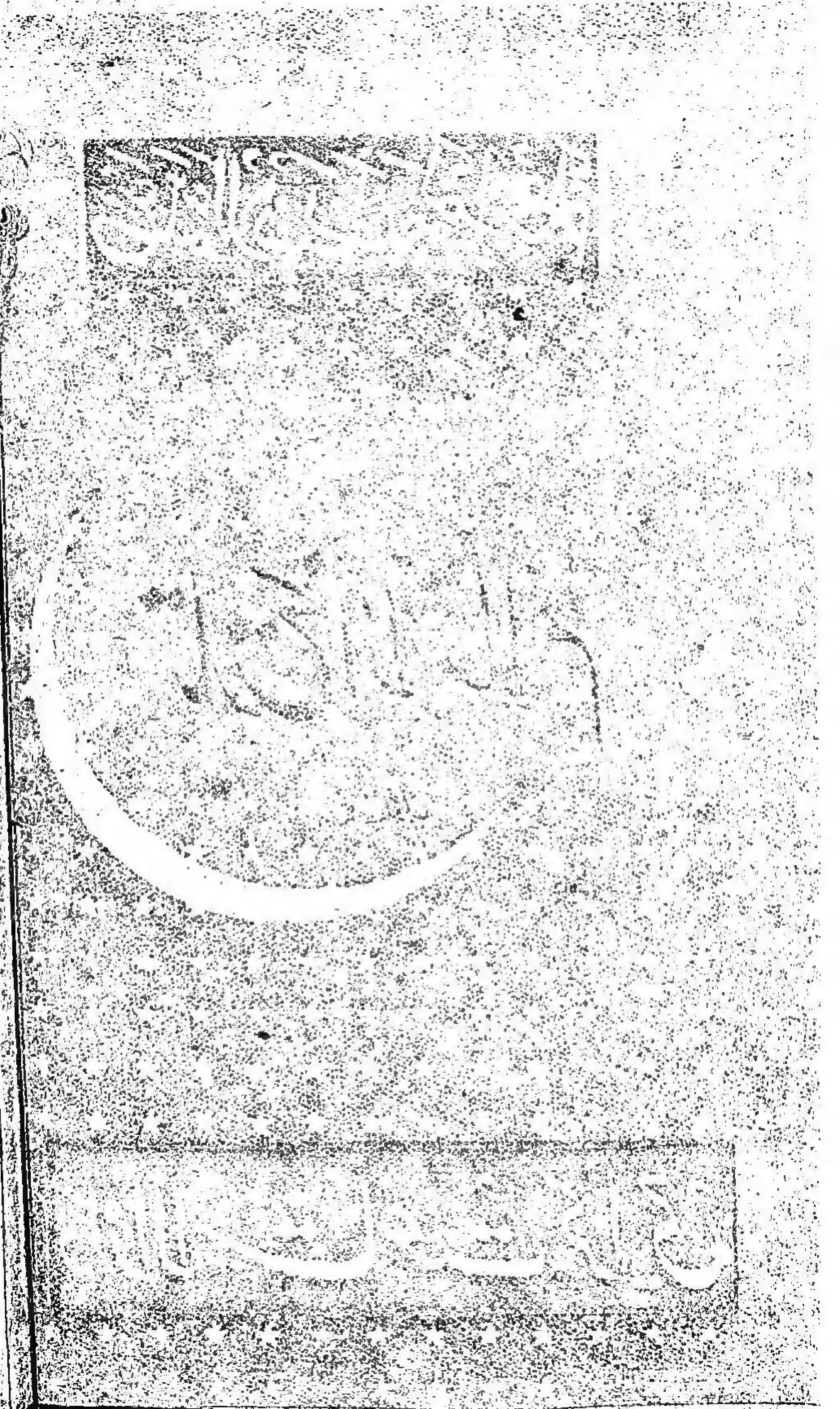
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

تاریخ الاسلام

دارالاشاعت کراچی



وتعز من تشاء وتذل من تشاء

تاریخ الاسلام

کا

(۱)
پہلا حصہ

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتداء سے
مکی زندگی تک کے حالات طیبات دلکش انداز میں
تحریر کئے گئے ہیں

از مولانا محمد میاں صاحب مدظلہ

دار الاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی

قیمت ——

فہرست مضامین

تاریخ اسلام

کے متعلق اکابر اُمت و اخبارات کی شاندار آراء جو ہمیں موصول ہوئی ہیں وہ اگر سب مفصل لکھی جائیں تو اس کے لئے یہ مختصر سی جگہ بالکل ناکافی ہے اس لئے بعض اکابر و اخبارات کے چیدہ چیدہ کلمات ان کی آراء میں سے درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کی

پسندیدگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بہت سے مدارس میں اس کو داخل درس کر چکے ہیں اور کرا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ العلماء تحریر فرماتے ہیں

کہ تاریخ الاسلام کو میں نے پڑھا یہ کتاب یقیناً اس کا حق رکھتی ہے کہ اسکولوں، انجمنوں، مکاتب وغیرہ میں اس کو داخل درس کیا جائے۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدظلہم پروفیسر دار العلوم دیوبند جن

کے امر وارشاد کی بنا پر پرادر بن کے زیر ہدایت یہ سلسلہ تالیف ہوا ہے ایک بطور تقریظ البسیط ملفوظ عالیہ کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس رسالہ میں نہ تو مغلق الفاظ ہیں نہ عقول سا قلہ سے بالا مضامین، سلاست مضامین کا یہ حال ہے کہ متوسط درجہ کا ذہین بچہ بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ الفاظ میں اختصار ملحوظ رکھا ہے جس قدر روایات ہیں اور جو باتیں لکھی ہیں وہ مستحکم میری رائے ہے کہ اس رسالہ کی ترویج مسلمانان ہند کا اولین فریضہ ہے۔ تبلیغی انجمنیں ان کے ذریعہ اپنے تبلیغی مقاصد میں باحسن وجوہ کامیاب ہو سکتی ہیں۔ اسلامی مدارس کو تو اس میں بہت زیادہ سرگرمی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

نذر

مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فروخت کے وقت
بڑے بڑے سرمایہ دار زر و جواہر کے خزانوں کا جائزہ لے رہے تھے، تو ایک
بڑھیا سوت کی کتنی اور یونی لیکر حاضر ہوئی تھی کہ بازار محشر میں اس کا نام بھی یوسف
علیہ السلام کے خریداروں کی فہرست میں درج ہو۔

ایک ناہنجار جسکو محمد میاں کہا جاتا ہے۔ شاہ دو عالم، سرور کائنات
رحمت للعالمین، افضل المرسلین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں ایک
ناچیز ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہے اور بہزار احترام و بصد ادب عرض رساں ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

خسرواں چہ عجب ار بنوازند گدا را

امیدوار ہے کہ حلقہ بگوشانِ توحید اور امت کے نونہال آپ کی سوانح حیات
سے بہرہ اندوز ہو کر سعادت دارین حاصل کریں اور اس سیاہ کار کے لئے موجب
نجاح دارین ہو۔

ناکارہ خلائق محمد میاں عفا اللہ عنہ

عرض والتماس قرآن حکیم خدائے لم یزل کا ازلی اور ابدی کلام ہے جو صرف
ایک معجزہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں معجزوں کا مجموعہ ہے۔ اس مختصر

سی کتاب نے ساڑھے تیرہ برس کے عرصہ میں دنیا پر اس طرح واضح کر دیا کہ اگر کسی نبی کی تصدیق کے لئے زندہ معجزہ دیکھنا ہو تو وہ یہی قرآن کریم ہے جس کا ہر ہر شوشہ سینکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی اسی طرح محفوظ ہے جیسے خدا کے آسمان کا سورج اور چاند۔

نوع انسان کی عام نظریں اگر اپنے اندر متانت، سنجیدگی، اور انصاف پسندی کی روشنی رکھتی ہیں تو بیان کردہ حقائق سے سر مو بھی اختلاف نہ کریں گی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی طرح دائرہ رسالت کے اس مرکز جہد کی زندگی بھی ہزاروں معجزوں کا خزانہ ہے۔ جس پر یہ مقدس کتاب نازل ہوئی تھی۔ اگر کتاب اللہ کی ہر ہر آیت مستقل معجزہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدس کا ہر کارنامہ بھی مستقل آیت ہے جس کی نظیر سے دنیا سراسر قاصر ہے۔

اگر اللہ کی کتاب کا ہر ہر نقشہ اور شوشہ آج تک دنیا والوں کی دست برد اور ترمیم و تنسیخ سے بالکل محفوظ ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاکیزہ کا ہر ہر سانحہ اور واقعہ بھی دنیا کے سامنے آئینہ بنا ہوا ہے۔

قرآن پاک کی آیات پر غور و فکر کے بعد اگر کوئی مبصر آخری فیصلہ کرتا ہے کہ "لا تنقضی غرائبہ" اس کے عجائبات ختم نہیں ہو سکتے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصوم زندگی اور معجزانہ اخلاق کا مطالعہ کرنے والا بھی انتہائی فیصلہ یہی صادر کرتا ہے کہ "لا تنتھی عجائبہ" اس کے غرائبات کی کوئی انتہا نہیں"

حق تو یہ ہے کہ حیات مقدس کی مکمل سوانح کا فرض نہ تو آج تک کسی سے ادا ہو سکا۔ اور بشری طاقت کے امکان میں ہے کہ قیامت تک اس فریضہ کی تکمیل سے سبکدوشی حاصل کر سکے۔ البتہ تفسیر قرآن کی طرح شیدایان جمال اقدس، سے

بھی گاہ بگاہ قلم اٹھایا۔ اور اپنے طبعی مذاق یا فطری افتاد کے بموجب مختصر یا ضخیم ضخیم جلدیں لکھ ڈالیں، مگر واقعہ یہ تھا۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

شکوہ شکایت سیرت نگاروں کی حالت پھر بھی غنیمت ہے کہ انھوں نے جادہ پیمائی کا قصد تو کیا یہ دوسری بات ہے کہ منزل بعید تھی اور آخری مرحلہ پر رسائی ناممکن لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔

مگر عام مسلمانوں کے مذاق کی حالت بہت زیادہ قابل افسوس ہے۔ دنیا اپنے مقتدا اور پیشوا کے حالات اجڑے ہوئے شہروں سے برباد شدہ آثار قدیمہ سے تلاش کر رہی ہے۔ مگر بار بخت کی کوتاہی کے باعث وہ سراب ہی پر تھک کر رہ جاتی ہے۔ جہاں چشمہ کا کہیں پتہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس یہاں چشمہ ان کے لبوں کے پاس خود آرہا ہے وہ تشنہ بھی ہیں، مگر افسوس وہ آب حیات کی شناخت بالکل ناواقف، ان کے ہاتھوں کے سامنے حیات مقدس کے عربی، فارسی، اردو، مختصر مطول مختلف موضوع پر سینکڑوں رسالے موجود ہیں۔ مگر گویا وہ رسائل کیا ہیں۔ آفتاب ہیں جن کو چشم شپر دیکھ نہیں سکتی۔

سیہ بختاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیواں تشنہ لب آرد سکندر را

میلاد شریف کے ایجاد کی غرض و غایت یا وجوہ و اسباب کیا تھے ان سے بحث کرنا میرے فرائض میں داخل نہیں، لیکن رفتار زمانہ اور اختلاف طبائع نے جو شکل پیدا کر دی ہے اس کی مثال بعینہٖ یہ ہے کہ وہ **کتاب سعادت**"

کے صرف خوبصورت ٹائیٹل پر ایک سطحی نظر ڈال کر خوش ہو لیا جائے اور اس کے کیمیاوی اکسیر نسخوں کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی جائے۔

ضرورت محسوس کی گئی کہ بچوں کو ابتدائی تعلیم کے سلسلہ میں حضور کی سوانح پر ایک نظر ڈلوا دی جائے تاکہ آغاز زندگی کا یہ چسکا ممکن ہے کسی مفید نتیجہ تک ان کو پہونچا سکے اس مبارک مقصد کی تکمیل کی طرف بھی مصنفین کے قلموں نے رفتار اختیار کی۔ مگر افسوس کہ لوگوں نے ان رسائل میں مشکلات کا بہانا لینا شروع کیا۔ معلوم یہ واقعہ تھا یا بہانہ جو طبیعتوں کی حیلہ سازی بہرحال ضرورت محسوس ہوئی کہ اس آخری عذر کا بھی ازالہ کیا جائے۔ اور ضروری معلوم ہوا کہ سوال وجواب کی شکل میں ایک مختصر رسالہ کا اور اضافہ کیا جائے۔ جو زبان اور مضامین کے لحاظ سے دقتوں سے بالکل مبرا ہو۔

مگر یہ مقصد جس قدر آسان تھا اسی قدر اس کی تکمیل کے لئے اردو زباندانی اور محاورات سے واقفیت کی بھی ضرورت تھی تاکہ عبارت کی سلاست، الفاظ کی موزونیت کے ساتھ دلچسپی بھی حاصل ہو سکے۔

یہ ناکارہ کسی طرح بھی اس مقصد کا اہل نہ تھا مگر حضرت قبلہ سیدی وسندی استاذ العلماء جناب مولانا الحاج مولوی حافظ محمد اعزاز علی صاحب مدظلہ العالی استاد فقہ وادب وصدر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند دادام اللہ شرفہا نے مجبور فرمایا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس کی تکمیل کی کوشش کی جائے۔

واجب الاحترام مشفق بزرگ کا ارشاد گرامی واجب التعمیل تھا مگر تعمیل کا زمانہ ٹھیک وہی تھا کہ جب ناکارہ کے ہوش وحواس اندرونی خانگی اور بیرونی سیاسی

ملکی اور تعلیمی مشکلات کے آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ ایک گھنٹہ کا کام دو روز میں بھی ہونا مشکل تھا لیکن تاہم جسقدر ممکن ہوا مشکلات پر غالب آنیکی کوشش کی مگر ایک آخری مشکل کو کسی طرح حل نہ کرسکا۔ وہ سیرت کی مطول کتابوں تک رسائی تھی۔

بہرحال جس قدر ممکن ہوا متداولہ کتب مثلاً صحاح ستہ شمائل ترمذی جمع الوسائل شرح شمائل۔ زاد المعاد۔ دروس التاریخ دول العرب و الاسلام۔ سیر رسول مخزون وغیرہ سے ضروری ضروری اقتباس لے کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی جرات کر رہا ہوں باقی یہ کہ ان پریشانیوں کے جھگڑے میں خاکسار کی کوشش کہاں تک کامیاب رہی اس کا فیصلہ حضرات ناظرین کرام کے سپرد ہے۔

بندہ ناچیز
محمد میاں

تعارف

حلقہ بگوشان توحید اس انحطاط و منافرت کے پُرآشوب دور میں اپنی مذہبی و تاریخی تعلیم سے اس قدر منحرف و روگرداں ہو چکے ہیں کہ انہیں ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پاک اور فرامین مقدسہ سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔ حالانکہ قرآن فہمی و مذہب دانی کا تمام تر راز مذہبی تعلیم پر ہی موقوف و منحصر ہے لیکن مسلمان اس متاع گراں مایہ سے ایسے دست کش ہو گئے ہیں کہ ان کے مکاتیب و مدارس بھی اسلامی تاریخی تعلیم سے کلیۃً مبرا ہیں۔ وہاں تاریخ اسلام کے ہمت افزا و روح افزا واقعات کی بجائے حوصلہ شکن و منافرت انگیز جذبات کی تعلیم دی جا رہی ہے تاکہ ابتدا ہی سے بچوں کے اذہان میں الحاد و دہریت کی تخم ریزی ہو جائے اور وہ اپنے اسلاف کے کوائف صحیحہ سے بے خبر رہ کر اسی منافرت و مخاصمت کی رو میں بہ نکلیں آپ خود ہی انصاف سے فرمائیں کہ ہماری تمناؤں کے مرکز ہمارے نونہال پھر کیونکر اپنی تاریخ سے بے بہرہ نہ ہوں۔ اور کس وجہ سے اکابرین اسلاف کی شان میں غیر متوقع امور کا ارتکاب نہ کریں

اقوام و ملل کی قسمت کا پانسہ چمنستان کے ان شگفتہ غنچوں کے ہاتھ ہوتا ہے انہیں سے رفعت و عروج کی امیدیں وابستہ۔ اگر خوشگوار فضا و مساعد حالات میں صحیح طریق پر ان کی تعلیم و تربیت ہو جائے تو وہی اسلاف کے حقیقی اخلاف بن کر مذہب و ملت، قوم و ملک کیلئے مفید کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اگر یہی اجزا جادۂ صواب سے منحرف ہو جائیں تو پھر یہی قوم کی ہلاکت و ذلالت اور ذلت و نکبت کے موجب بن جاتے ہیں چنانچہ ان حالات کے پیش نظر ایک ایسے اسلامی تاریخی نصاب تعلیم کی ضرورت تھی جو بچوں کے ذہنی و تدریجی ارتقا کے مطابق زمانہ حال کی جملہ حوائج و ضروریات پر مشتمل ہو۔ اور ایسے اعلیٰ و سہل طریق پر مرتب کیا جائے جو بچوں کو کوائف صحیحہ سے بہرہ اندوز کر سکے علاوہ ازیں ان کے قلوب میں مذہب کی عظمت و جلالت اور صداقت و حقانیت کو بھی راسخ کر دے تاکہ یہ نونہال اپنے اکابرین کے حالات سے جرأت آموزی و جانبازی کا درس لیں اور اسی جذبہ ایثار سے متاثر ہو کر ان کے اتباع

کی سعی کر کے پکے مسلمان اور دین و اسلام کے سچے شیدائی ثابت ہوں۔

الحمد للہ کتب خانہ دار الاشاعت نے اس عالمگیر ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہٗ کی مشہور کتاب سلسلہ تاریخ الاسلام شائع کرنے کا انتظام کیا۔ کتاب تاریخ الاسلام۔ سیرۃ حضورؐ میں اپنے طرز کی فقید المثال تالیف ہے اس میں ہادیٔ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ حیات نہایت شستہ و سلیس زبان میں مرتب کی گئی ہے۔ مطالب و مفاہیم اس قدر واضح و عام فہم ہیں کہ گویا بچے اپنی روزمرّہ کی زبان میں گفتگو کر رہے ہیں۔

رسالت، نبوت، معراج، جہاد ایسے ادق و پیچیدہ واقعات کو اس سادگی سے بیان فرمایا ہے کہ ایک ابتدائی بچہ بغیر کسی کاوش و مشقت کے بخوبی ذہن نشین کر سکتا ہے۔

سوال و جواب کی صورت میں کتاب لکھی گئی ہے۔ ہر واقعہ کے اختتام پر اس کا خلاصہ درج ہے تاکہ تکرار و اعادہ سے واقعات بطریق احسن منضبط و محفوظ ہو جائیں۔ غرض بچوں کی ذہنیت اور ان کے ماحول کا لحاظ کرتے ہوئے جس طرز و اسلوب پر یہ سیرت مرتب کی گئی ہے آجتک اس انداز پر کوئی سیرت شائع نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا مدارس و مکاتیب کے ارباب حل و عقد سے گزارش و استدعا ہے کہ وہ سوقیانہ، فرسودہ، اخلاق سوز قصص و حکایات کی جگہ اس عدیم النظیر سیرۃ پاک کو داخل نصاب فرمائیں تاکہ مسلمان کے نونہال اپنے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی سے واقف ہو کر اسوۂ پاک کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا سکیں۔ اُمید کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ اس کتاب کو بچوں تک پہنچانے کی سعی سے دریغ نہ کرینگے۔ فقط۔

احقر:۔ محمد رضی عثمانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝

مالک ہے قیامت کے دن کا　　ہم آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے ہی مدد چاہتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

تبلا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ　　راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے

عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

انعام فرمایا ہے　نہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب نازل کیا گیا ہے

فنِ تاریخ

سوال۔ یہ کتاب جو تم پڑھ رہے ہو کس فن میں ہے؟
جواب۔ فن تاریخ میں۔
سوال۔ تاریخ کس کو کہتے ہیں؟
جواب۔ تاریخ اس علم کا نام ہے جو گذرے ہوئے اور موجودہ لوگوں کے حالات بتائے۔
سوال۔ علم تاریخ کس کے لئے مفید ہے؟
جواب۔ ہر سمجھ دار کے لئے۔
سوال۔ تاریخ کا مقصد اور فائدہ کیا ہے؟
جواب۔ جو حالات موجودہ زمانہ میں پیش آرہے ہیں ان کو گذرے ہوئے زمانہ کی حالتوں سے ملا کر نتیجہ نکالنا اور اس پر عمل کرنا۔
سوال۔ اس کی مثال پیش کرو۔
جواب۔ مثلاً کسی زمانہ میں رعیت بادشاہ کے مخالف ہے اور فرض کرو کہ مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ ظلم کرتا ہے تو یہ دیکھنا کہ جب کبھی بادشاہ نے ظلم کیا تو رعیت نے کس طرح مقابلہ کیا اور پھر نتیجہ کیا ہوا۔

سوال۔ اس غور سے بادشاہ اور رعیت کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔

جواب۔ بادشاہ کو یہ فائدہ ہوگا کہ وہ سمجھ جائے گا کہ ظلم کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اگر وہ نتیجہ بادشاہت کی تباہی ہے تو وہ ظلم چھوڑ کر رعیت کو خوش کرنیکی کوشش کرے گا۔ اور رعیّت کے لئے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ گذشتہ حالات سے اپنے لئے جنگ کا راستہ معلوم کرلے گی اور مصائب پر صابر اور مستقل رہیگی جو اس کے لئے کامیابی کی کنجی ہوگی۔

خلاصہ

یہ کتاب فن تاریخ میں ہے۔ اور جو فن گذرے ہوئے اور موجودہ لوگوں کے حالات بتائے۔ اس کو فنِ تاریخ کہتے ہیں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ گذرے ہوئے حالات سے موجودہ حالات کو ملاکر سبق حاصل کیا جائے۔

سوال۔ اس کتاب میں جس کو تم پڑھ رہے ہو کس کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

جواب۔ اس پاک نبی اور بزرگ پیشوا کے جن کا

نام نامی "محمد" صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ قربان ہوں آپ پر ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں۔

سوال۔ آپ کہاں پیدا ہوئے تھے، اور کہاں کے رہنے والے تھے؟

جواب۔ مکہ معظمہ میں حضور پیدا ہوئے اور یہی شہر آپ کا وطن تھا۔

سوال۔ مکّہ کہاں ہے؟

جواب۔ ملک عرب میں۔

سوال۔ عرب کہاں ہے اس کی سمت اور کچھ خصوصیتیں بیان کرو۔

جواب۔ عرب ایک ملک ہے، ہم سے بہت دور پچھم کی طرف جہاں حاجی حج کرنے جایا کرتے ہیں اس ملک میں ریتیلے میدان بہت زیادہ ہیں کہیں کہیں چشمے بھی ہیں، کھجور، انجیر وغیرہ بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح بکریاں اور اونٹ بہت ہوتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں ان کی اون سے کپڑے اور کمبل بنایا کرتے تھے۔ اور انہی کے اون یا چمڑے کے خیمے بنا لیتے تھے۔

سوال۔ مکّہ اور کعبہ میں کیا فرق ہے اور مسجد حرام

کس کو کہتے ہیں۔؟
جواب۔ مکّہ تو شہر کا نام ہے اور اس شہر میں ایک جگہ ہے جس کو کعبہ کہتے ہیں۔ وہ مکان کی طرح بنی ہوئی ہے۔ تقریباً بارہ پندرہ گز لمبی چوڑی، اسی کو "بیت اللہ" کہتے ہیں۔ اور اسی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں، اور اسی کے گرداگرد سات مرتبہ گھومنے کا نام طواف ہے اس کے گرداگرد چہار دیواری میں گھرا ہوا بہت بڑا صحن ہے اس کو "مسجدِ حرام" کہتے ہیں۔
سوال۔ مکّہ کو کس نے آباد کیا، اور اس میں کون لوگ رہتے ہیں؟
جواب۔ مکہ کی زمین میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہؑ اور بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بسایا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد وہیں رہ پڑی۔ اور حضرت ہاجرہ کے زمانہ ہی میں قبیلہ "بنو جرہم" کے کچھ آدمی بھی آکر اس سرزمین میں رہنے لگے تھے۔ غرض مکہ کے زیادہ تر رہنے والے ان ہی کی اولاد میں سے تھے
سوال۔ بنو جرہم کہاں رہا کرتے تھے؟
جواب۔ اُسی علاقہ کے قریب جہاں آجکل مکّہ شریف آباد ہے۔

جواب۔ سب سے پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مگر وہ منہدم ہوگیا تھا۔ اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ پھر خاص اسی جگہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے خدا تعالےٰ کے حکم سے خدا کی عبادت کرنے کے لئے بنایا تھا۔

خلاصہ

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن کے حالات اس کتاب میں بیان کئے جائیں گے مکہ کے رہنے والے تھے قریشی خاندان سے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہے۔ اور مکہ ایک شہر ہے عرب میں۔ اسی جگہ وہ مشہور مقام ہے جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ مکہ میں سب سے پہلے بسنے والے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ ہیں، قبیلہ بنو جرہم کے کچھ لوگ بھی اسی زمانہ میں آبسے ان ہی کی اولاد مکہ میں رہتی ہے ان ہی کی اولاد فہر یا نضر بن کنانہ ہیں جن کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔

مکہ اور کعبہ اور مسجد حرام میں فرق یہ ہے کہ مکہ شہر کا نام ہے۔ کعبہ اس میں ایک عمارت ہے اور اس کے گرد اگرد صحن کا نام مسجد حرام ہے۔ کعبہ کی تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

پیدائش مبارک

سوال۔ حضور کی پیدائش کا دن اور تاریخ و مہینہ بتاؤ؟

جواب۔ ۹ ماہ ربیع الاول، یوم دوشنبہ، مطابق ۲۰ راپریل ۵۷۱ء[1] مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی[2]

سوال۔ حضور کی پیدائش کا وقت کیا تھا؟

جواب۔ صبح کی نماز کے وقت یعنی صبح صادق کے بعد اور آفتاب نکلنے سے پہلے۔

سوال۔ حضرت کی پیدائش کون سے سال ہوئی۔

جواب۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو ستر برس گذرنے کے بعد پانچسو اکہتر ویں برس میں جس سال "اصحاب فیل" کا واقعہ ہوا تھا۔

سوال۔ "اصحاب فیل" کون تھے، اور ان کا واقعہ کیا تھا؟

جواب۔ حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے ابرہہ نامی یمن کا گورنر تھا اس کو یہ سوجھا کہ خانہ کعبہ کو معاذ اللہ منہدم کردے "تاکہ

---

[1] تاریخ دول عرب و اسلام ۱۲ [2] رحمۃ للعالمین $\frac{۴۱}{۱ج}$ ۱۲

[3] اور مشہور یہ بھی ہے کہ آپ کی پیدائش کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہے، اور بعض ۸ ربیع الاول اور بعض ۳ ربیع الاول بھی کہتے ہیں۔ باقی اس میں اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا

اسکے مقابل کا "نقلی کعبہ" آباد ہو جو اس نے صنعا یمن میں بنایا تھا چنانچہ بہت سا لشکر جس میں سینکڑوں ہاتھی تھے لیکر مکہ پر چڑھائی کردی۔ جب خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چڑیوں کے ذریعہ اس کے سارے لشکر کو ہلاک کردیا" اصحاب فیل کے معنی ہیں "ہاتھیوں والے" ان سے یہی لوگ مراد ہیں۔

سوال۔ ابو رغال کون ہے اور اس کی قبر پر لوگ پتھر کیوں پھینکتے ہیں۔

جواب۔ ابو رغال قریش ہی کا ایک آدمی تھا، اس نے اپنی برادری سے خیانت اور دغا کرکے "ابرہہ" کو راستہ بتایا تھا۔ خدا نے اصحاب فیل کے ساتھ سب سے پہلے اسے مار ڈالا۔ اب اس کی قبر پر پتھر پھینکتے ہیں تاکہ یاد رہے کہ قومی غدار کی یہ سزا ہے۔

سوال۔ چڑیوں نے ان کو کیسے تباہ کردیا؟

جواب۔ چڑیاں اپنی چونچوں سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینکتی تھیں جو چھروں کی طرح ان کے سروں میں گھس کر تمام بدن کو چیرتی ہوئی پار ہو جاتی تھیں۔ اور جس کے لگتی تھیں اس کو ہلاک کردیتی تھیں۔

سوال۔ تعجب ہے کہ چڑیوں کی چونچوں میں اتنی طاقت کیسے آگئی؟

جواب۔ جیسے بندوق کے گھوڑے میں جب ہم چھوٹے سے بے جان لوہے سے اتنا زور کا کام لیتے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ خدا ایک جانور کی چونچ سے اتنا کام لے لے۔

سوال۔ ان مرنے والوں میں "ابرہہ" گورنر یمن بھی تھا یا اس کو کچھ اور سزا دی گئی۔

جواب۔ "ابرہہ" فوراً نہیں مرگیا بلکہ اس کا بدن گل کر انگلی انگلی گر گئی۔ اس کو صنعار لے گئے اور بری طرح وہیں ہلاک ہوا

سوال۔ حضور کی پیدائش کے وقت کیا ہوا۔

جواب۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے ایک نور دیکھا جس سے مغرب اور مشرق روشن ہو گئے تھے۔ فارس کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے ایک "آتشکدہ" میں برابر جل رہی تھی جس کی وہ لوگ پوجا کیا کرتے تھے۔ فارس کے بادشاہ "کسریٰ" کے محل میں زلزلہ آگیا جس سے چودہ کنگرے گر پڑے اور اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں جو بڑی کتابوں میں درج ہیں۔

سوال۔ یہ کیسے ہوا۔

جواب۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے، جس کے حکم سے آگ جلتی ہے، اور پانی بہتا ہے۔ نظر دیکھتی ہے اور جس کے حکم سے دنیا کی تمام چیزیں قائم ہیں۔

خلاصہ

۲۲ اپریل ۵۷۱ء یعنی جس سال اصحاب فیل کا واقعہ ہوا اسی سال ۹ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے خدا نے حضور کی پیدائش کیوقت عجیب عجیب واقعات دکھاکر اپنی شان دکھائی واقعہ اصحاب فیل کے سلسلہ میں ابو رغال نے اپنی قوم سے دغا کر کے یمن کے گورنر کی مدد کی تھی خدا نے سب سے پہلے اس کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے اس کی قبر پر پتھر برسانے شروع کر دیئے تاکہ یاد رہے کہ جو شخص اپنی قوم سے غداری کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت برسا کرتی ہے

سلسلہ نسب شریف

سوال۔ حضورؐ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے نام کیا تھے؟

جواب۔ والد ماجد کا نام "عبد اللہ" تھا اور والدہ محترمہ کا نام "آمنہ" تھا۔

سوال۔ حضورؐ کا دادھیالی سلسلہ نسب کیا تھا؟

جواب۔ محمد بن عبد اللہ، بن عبد المطلب، بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ، بن کلاب۔ بن مرہ، بن کعب

بن لوی، بن غالب۔ بن فہر۔ بن مالک، بن نضر، بن کنانہ
بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد
بن عدنان۔
سوال۔ آپ کا ننہیالی سلسلہ نسب کیا تھا؟
جواب۔ محمدؐ بن[1] آمنہ بنت[2] وہب، بن عبد مناف، بن زہرہ
بن کلاب، کلاب پر پہونچکر آپ کا مادری[3] اور پدری[4] سلسلہ
نسب ایک ہوجاتا ہے۔
سوال۔ حضور کی دادی اور نانی کے نام کیا تھے اور کس
خاندان کی تھیں۔
جواب۔ دادی کا نام فاطمہ اور نانی کا نام برہ حضورؐ کی تمام
دادیاں اور نانیاں خاندانِ قریش کی شریف اور معزز گھرانوں
کی صاحبزادیاں تھیں۔
سوال۔ آپ کے گھرانے "کنبہ" کو کیا کہا جاتا تھا۔
جواب۔ بنو ہاشم، یعنی ہاشم کی اولاد۔
سوال۔ آپ کے قبیلہ "برادری" کا نام کیا تھا؟
جواب۔ قریش۔
سوال۔ حضور کے کوئی بھائی بہن تھا یا نہیں، اور چچا

---

[1] بن کے معنے بیٹے کے ہیں۔ [2] بنت کے معنے بیٹی۔۱۲ [3] ماں کی طرف سے
[4] باپ کی طرف سے ۱۲

تا سکے پھوپیاں کتنی تھیں۔
جواب۔ حضور گویا "دُرِیتیم" تھے ماں باپ کے اکلوتے تھے حضور کے نو یا بارہ چچا تھے، اور چھ پھوپیاں۔
سوال۔ حضور کا نام کس نے رکھا تھا اور یہ نام پہلے بھی ہوا کرتا تھا یا نہیں؟
جواب۔ حضور کے دادا عبد المطلب نے حضور کا یہ نام رکھا تھا پہلے یہ نام کسی کا نہیں ہوا تھا۔

خلاصہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا والدہ کا نام آمنہ۔ دونوں کا سلسلہ نسب کلاب پر جا کر مل جاتا ہے۔ حضور بنو ہاشم میں سے تھے قبیلہ قریش سے حضور کے نو یا بارہ چچا تھے اور چھ پھوپیاں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش

سوال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد نے کتنی عمر پائی اور ان کی وفات کب ہوئی؟
جواب۔ مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد

لہ زاد المعاد ۱۲

۹۶۵۶

ماجد کی عمر کل ۲۴ برس ہوئی اور حضورؐ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے وفات پا چکے تھے۔

سوال۔ حضورؐ کے والد ماجد کی وفات کہاں ہوئی؟

جواب۔ مدینہ منورہ میں

سوال۔ مدینہ میں وفات کیوں ہوئی؟

جواب۔ حضرت کے والد ماجد کی نانہیال مدینہ میں تھی بنی سنجار کے خاندان میں حضرت کے والد تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں مدینہ میں ٹھہر گئے۔ اتفاق سے بیمار پڑ گئے اور وہیں وفات ہو گئی۔

سوال۔ حضرت کے والد نے کیا ترکہ چھوڑا؟

جواب۔ پانچ اونٹ، ایک باندی جن کا نام "امّ ایمن" تھا۔

سوال۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے کب تک آپ کی پرورش کی۔

جواب۔ حضرت کی عمر کے چوتھے یا چھٹے سال تک۔ پھر ان کی وفات ہو گئی۔

سوال۔ حضرت کی والدہ ماجدہ کی وفات کہاں ہوئی؟

جواب۔ ابواء[1] گاؤں میں۔

سوال۔ ابواء کہاں ہے

جواب۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں؟

---

[1] ابواء "ا بی واء" [2] دروس التاریخ الاسلامی۔

سوال۔ ابواء کیوں گئی تھیں؟

جواب۔ مدینہ طیبہ میں بنی نجار کے خاندان میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے گئی تھیں۔

سوال۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کا ذمہ دار کون ہوا؟

جواب۔ حضرت "ام ایمن" نے جو حضور کی باندی تھیں۔ حضور کی خدمت شروع کی اور حضرت کے دادا عبدالمطلب آپ کے ولی اور ذمہ دار تھے۔

سوال۔ عبدالمطلب کی پرورش میں حضور کتنے عرصہ رہے؟

جواب۔ تقریباً دو سال، پھر عبدالمطلب کی بھی وفات ہو گئی۔

سوال۔ حضور کی عمر اس وقت کیا تھی اور عبدالمطلب کی کتنی

جواب۔ حضورؐ کی عمر مبارک آٹھ سال دو ماہ دس[1] دن تھی اور عبدالمطلب کی عمر ۱۴۰ سال[2]

سوال۔ عبدالمطلب کی حیثیت مکہ میں کیا تھی؟

جواب۔ روپیہ پیسہ تو کچھ زیادہ نہ تھا، لیکن مکہ معظمہ کے بڑے سرداروں میں سے بہت بڑے معزز آدمی تھے۔

سوال۔ عبدالمطلب کے بعد حضور کا ذمہ دار کون ہوا؟

---

[1] سرور المحزون [2] دروس التاریخ الاسلامی۔

جواب۔ حضور کے چچا۔ ابو طالب، یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ماجد؟

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی کیوں کہتے ہیں

جواب۔ اُمی ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو لکھنے پڑھنے سے واقف نہ ہو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات تھی اس وجہ سے حضور کا لقب اُمّی بھی ہو گیا۔

سوال۔ آپ اُمی کیوں رہے۔ اور بظاہر اس میں خدا کی کیا حکمت تھی؟

جواب۔ اول تو عرب میں لکھنے پڑھنے کا چرچا ہی نہ تھا مکہ کے اتنے بڑے شہر میں بھی کل پانچ سات آدمی ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس کے علاوہ حضورؐ کی تربیت کرنے والے وفات پاتے رہے۔ آپ نے یتیمانہ پرورش پائی۔ اس وجہ سے حضورؐ اُمّیؐ رہے۔ اور صحیح علم تو خدا کو ہے آپ کے اُمّی رکھنے میں بظاہر چند فائدے معلوم ہوتے ہیں۔ تمام دنیا کو ادب اور تہذیب سکھانے والے حضور ہوں اور حضور کا استاد صرف خدا ہو، کوئی انسان نہ ہو کہ وہ یہ کہہ سکے کہ میرا سکھایا ہوا ہے جس طرح پرورش کے سلسلہ میں حضور کو ماں باپ کے احسان سے آزاد رکھا گیا اسی طرح تعلیم اور روحانی تربیت کے سلسلہ میں

بھی کسی کا احسان حضور پر نہ ہو۔ یہ بھی خیال نہ کیا جا سکے کہ فلاں شخص حضور کا استاد تھا، تو حضور سے زیادہ عالم ہو گا معاذ اللہ۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہو تو کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور کا بنایا ہوا ہو گا۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کو عقلمندی اور دانائی تہذیب اور ادب کی تعلیم فرمائیں تو کوئی یہ خیال نہ کر سکے کہ پہلی کتابیں دیکھ کر آپ اس قسم کی تعلیمات دے رہے ہیں۔

سوال۔ حضور کو مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا؟

جواب۔ قاعدہ ہے کہ اللہ کے خاص بندوں پر زیادہ سختیاں کی جاتی ہیں تاکہ ان کو آزمایا جائے کہ وہ ان مصائب میں خدا کی رضامندی کا کہاں تک خیال رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ سب سے زیادہ بزرگ اور خاص بندے تھے اس وجہ سے آپ پر زیادہ سختیاں اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اور گویا آپ نے بہت سے امتحانات میں بہت سی سندیں حاصل کیں اور قاعدہ ہے کہ جن کے پاس بہت سی سندیں ہوتی ہیں اس کی قدر بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔

خلاصہ

حضور کی پیدائش سے پہلے مدینہ میں حضور کے والد کی وفات ہو چکی تھی۔ پھر جب چار یا چھ سال عمر ہوئی تو والدہ نے انتقال فرمایا اور پرورش ام ایمن اور عبد المطلب کے سپرد ہوئی مگر جب عمر مبارک آٹھ برس دو ماہ دس دن کی ہوئی تو ایک سو چالیس ۱۴۰ برس کی عمر پاکر عبد المطلب کا بھی انتقال ہو گیا اور پرورش ابو طالب کے سپرد ہوئی

حضور کے دودھ پلنے کا زمانہ

سوال۔ حضورؐ نے سب سے پہلے کس کا دودھ پیا اور پھر کس کس کا تفصیل وار بیان کرو۔

جواب۔ سب سے پہلے حضور کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور پھر چند دن بعد ابو لہب کی باندی "ثویبہ" نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولت حلیمہ سعدیہؓ کے حصّہ میں آئی

سوال۔ "ثویبہ" اس وقت آزاد تھیں یا باندی ؟

جواب۔ آزاد تھیں۔

سوال۔ کب آزاد ہوئیں۔ اور کس طرح۔

جواب۔ جب "ثویبہ" نے اپنے آقا "ابو لہب" کو حضورؐ کے

پیدا ہونے کی خبر دی تو "ابولہب" نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی میں "ثوبیہ" کو آزاد کر دیا تھا۔

سوال۔ حضور کو دوسری عورتوں کا دودھ کیوں پلایا گیا؟

جواب۔ عرب کے بڑے لوگوں کا عام قاعدہ تھا کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے قرب و جوار کے دیہات میں بھیجدیا کرتے تھے تاکہ جسمانی صحت میں ترقی ہو اور زبان بھی صاف ہو جائے۔ کیونکہ شہروں کی زبان باہر کے آدمیوں کے ملنے جلنے سے صاف نہیں رہا کرتی۔

سوال۔ حلیمہ سعدیہ رض حضور تک کیسے پہونچیں۔؟

جواب۔ چونکہ اس قبیلہ کی عورتیں عام طور سے قریش کے بچوں کو دودھ پلایا کرتی تھیں۔ اور سال میں دو مرتبہ اسی غرض سے مکہ آیا کرتی تھیں۔ کہ جو بچے پیدا ہوئے ہوں ان کو دودھ پلانے کیلئے لے آئیں، اس وجہ سے اپنے قبیلہ کی عورتوں کے ساتھ حلیمہ رض بھی طائف سے چلکر مکہ آئی تھیں پھر چونکہ حضرت حلیمہ رض کے دودھ کم تھا۔ لہذا خوش حال لوگوں کے بچوں کو تو لے نہ سکیں، حضرت کیخدمت کی سعادت ان کے ہاتھ لگ گئی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ تھی۔

سوال۔۔ اس یتیم موتی یعنی "حضرت" کے قدموں کی بدولت

کیا کیا برکتیں حلیمہ پر اور ان کے قبیلہ والوں پر ظاہر ہوئیں۔؟

جواب۔ بہت کچھ۔ چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت حلیمہؓ کا دودھ اتنا بڑھ گیا کہ ان کا بچہ جو پہلے بھوکا رہا کرتا تھا۔ اب حضرت کے ساتھ وہ بھی شکم سیر ہونے لگا اونٹنی جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا خدا کے حکم سے اتنا دودھ دینے لگی کہ سب کو کافی ہوتا تھا۔ حضرت حلیمہؓ ایک خچر پر سوار ہو کر آئی تھیں جو بہت کمزور اور دبلا تھا اور سب سے پیچھے چلتا تھا، لیکن واپسی میں حضورؐ کے قدموں کی بدولت خدا کے حکم سے ایسا چست اور تیز ہو گیا کہ سب کے آگے چلنے لگا۔ جب مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ قحط کے باعث بکریاں بالکل سوکھ گئی تھیں، دودھ خشک ہو گیا تھا۔ حضورؐ کی بدولت ان میں برکت ہو گئی۔ اور پورا دودھ دینے لگیں۔

سوال۔ اس عرصہ میں کیا کوئی عجیب واقعہ بھی پیش آیا۔؟

جواب۔ دو سال بعد جب دودھ چھڑا دیا گیا تو حضرت حلیمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ لے گئیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں مگر وہاں طاعون پھیلا ہوا تھا۔ حلیمہ رضؓ حضور کی برکتوں کا لطف پہلے اٹھا چکیں تھیں۔ آب و ہوا کی خرابی کے بہانہ سے واپس لے آئیں کچھ زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ عجیب واقعہ یہ دیکھا گیا کہ دو فرشتے

انسان کی شکل میں حضور کے سامنے آئے اور حضور کا ننھا سا سینہ اور شکم مبارک چاک کیا قلب مبارک کو نکالا اور نور سے بھر دیا حضور اس وقت دودھ شریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل تشریف لے گئے تھے آپ کے بھائی نے حضرت حلیمہؓ کو اس واقعہ کی خبر دی اور پھر حضورؐ نے تمام قصہ بیان کیا حضرت حلیمہؓ کو خوف پیدا ہوا اور حضورؐ کو مکان پر پہنچا گئیں۔

خلاصہ

حضور کو چند دن آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا پھر ثوبیہ نے اور پھر مستقل طور سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو یہ خدمت سپرد ہوئی۔ دو سال دودھ پلایا گیا اور اس عرصہ میں حضور کی بدولت بہت کچھ برکتیں ظاہر ہوئیں جن میں سے تین چار کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

نبوت سے پہلے حضرت کی زندگی

سوال۔ لڑکپن میں آپؐ کے اخلاق کیا تھے۔

جواب۔ آپ ذہین، سمجھدار، نیک طبیعت، صابر اور خود دار تھے۔ سنجیدگی اور متانت کے گویا پتلے تھے۔

کھیل کود کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ حیا کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ کا ستر نہیں کھل سکتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ جب اتفاقاً ستر کھل گیا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ کھانا کھانے کے وقت بچے شور و شغب کیا کرتے تھے مگر آپ خاموشی سے بیٹھے رہتے، جب آپ کے چچا ابو طالب بلاتے اس وقت حضور دسترخوان پر تشریف لاکر کھانا کھاتے۔ جیسا کھانا ہوتا اس پر کبھی ناک نہ چڑھاتے۔ سچائی امانت داری ادب تعظیم، تہذیب گویا آپ کی گھٹی میں پڑی تھیں یا یہ کہو کہ قدرت کے ہاتھوں نے تمام اچھی باتوں کی گویا ایک تصویر بنائی تھی، جب سے حضور سمجھ دار ہوئے اسی وقت سے بازو سے کما کر بسر کرنے کا شوق تھا۔ کسی دوسرے پر اپنا بوجھ ڈالنا ہرگز گوارا نہ ہوتا تھا۔

بچو! تمہارا فرض ہے کہ تم بھی یہ ہی طریقے اختیار کرو۔

سوال۔ سمجھ دار ہونے پر حضورؐ کے بسر کی کیا صورت تھی؟

جواب۔ حضورؐ نے مزدوری پر بکریاں چرا کر بھی بسر کی ہے اور تجارت بھی کی ہے۔

سوال۔ کیا حضور نے نبوت سے پہلے کوئی سفر بھی کیا؟

جواب۔ دو سفر کا تذکرہ عام طور سے کیا جاتا ہے۔

سوال۔ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے اور کیوں؟

جواب۔ دونوں سفر شام کے ہوئے۔ اور تجارت کے سلسلہ میں۔

سوال۔ شام کا پہلا سفر کب ہوا، اور کیا شکل ہوئی؟

جواب۔ جب حضورؐ کی عمر مبارک بارہ سال دو ماہ دس دن کی ہوئی تو آپ کے چچا ابوطالب تجارت کی غرض سے شام جانے لگے۔ حضور کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا

سوال۔ اس سفر کا خاص واقعہ کیا ہے بیان کرو۔؟

جواب۔ "بصریٰ" ایک مقام کا نام ہے جب قافلہ وہاں پہنچا تو ایک راہب (یعنی عیسائی سادھو) قافلہ میں آیا، اور جب پرانی کتابوں کے موافق حضورؐ کے چہرے سے نبی آخرالزماں کی علامتیں ہو بہو ٹھیک پائیں تو ابوطالب سے کہا تمہارے بھتیجے وہی آخری نبی ہیں جن کا تذکرہ "توریت" اور "انجیل" وغیرہ آسمانی کتابوں میں ہے اور جن کا مذہب تمام دینوں کو منسوخ کردے گا۔ خدا ان کو سارے جہان کے لئے "رحمت" بنائے گا۔ تم ان کا پورا خیال رکھو اور ان کو شام ہرگز مت لے جاؤ کیونکہ خطرہ ہے کہ وہاں کے یہودی آپؐ کو پہچان کر نصیب اعدا شہید کر ڈالیں گے۔

سوال۔ راہب کے مشورے کے بعد "ابوطالب" نے کیا کیا؟

جواب۔ حضرتؐ کو مکہ معظمہ واپس بھیجدیا۔

خلاصہ

حضورؐ لڑکپن میں بہترین اخلاق کا مجسمہ تھے اپنی کمائی سے بسر کرنے کا شوق شروع ہی سے تھا۔ بارہ سال کی عمر میں چچا ابو طالب شام کی طرف لے گئے راستہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی، اس نے حضورؐ کو پہچان لیا اور واپس کرا دیا۔

شام کا دوسرا سفر

سوال۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شام کا دوسرا سفر کب کیا۔
جواب۔ جب عمر شریف حضور کی تقریباً پچیس سال کی ہوئی
سوال۔ اس سفر کی کیا وجہ تھی؟
جواب۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنے تجارتی قافلہ کا منیجر بنا کر بھیجا تھا۔
سوال۔ حضرت خدیجہؓ کون تھیں اور انہوں نے آپ کو کیوں منتخب کیا؟
جواب۔ حضرت خدیجہؓ مکہ کی ایک دولتمند اور امیر عورت تھیں، ان کی بہت بڑی تجارت عرب میں اور عرب سے باہر ہوا کرتی تھی ان کے شوہر وفات پا چکے تھے ضرورت تھی کہ کوئی امانتدار، سچا اور سمجھدار

شخص مل جائے حضور کی تعریفیں بہت کچھ سُنی تھیں انھوں نے اپنی تجارت کے لئے آپ سے بہتر کوئی شخص نہیں سمجھا۔ لہٰذا نفع میں ایک خاص حصہ مقرر کرکے آپؐ کو اپنے مال کا ذمہ دار بناکر شام کو روانہ کردیا اور اپنے خاص غلام کو جن کا نام "میسرہ" تھا، حضورؐ کے ساتھ کردیا کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور حضورؐ کی خدمت کرتے رہیں۔

سوال۔ اس سفر کا مشہور اور بڑا واقعہ کیا ہے، بیان کرو۔

جواب۔ جب حضرتؐ شام پہنچے تو ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے۔ ایک راہب جس کا نام "نسطورا" تھا حاضر ہوا اور بحیرا راہب کی طرح اس نے بھی حضورؐ کو نبوت کی بشارت دی اور کہا کہ میں نے آپؐ کو اس وجہ سے پہچان لیا کہ اس درخت کے نیچے آج تک نبی ہی ٹھہرے ہیں

سوال۔ اس سفر میں خدا کی طرف سے حضورؐ کو آرام پہونچانے کا کیا انتظام ہوا تھا؟

جواب۔ آپ کے ساتھی میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کی گرمی اور دھوپ تیز ہوتی تو دو فرشتے آتے اور حضورؐ پر سایہ کرتے۔

سوال۔ حضورؐ نے اس تجارت میں کیا حاصل کیا؟

جواب۔ آپ نے نہایت سمجھداری اور خوبصورتی کے ساتھ تمام مال بہت بڑے نفع کے ساتھ بہت جلد فروخت کر دیا اور پھر دوسرا مال شام سے خرید کر تشریف لے آئے۔ جب یہ مال مکہ میں فروخت ہوا تو دو گنے کے قریب نفع ہوا۔

سوال۔ حضورؐ کے ان کارناموں سے کیا معلوم ہوا؟

جواب۔ معلوم ہوا کہ تجارت یا مزدوری کرنا اور قوت بازو سے کما کر بسر کرنا ضروری ہے اور ثواب کی چیز ہے۔

سوال۔ حضورؐ نے توکل کیوں نہیں کیا؟

جواب۔ آپ نے توکل کبھی نہیں چھوڑا مگر توکل کا مطلب یہ نہیں کہ بیوی اور بچوں سے بے پرواہ ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں یا باپ دادا کی چیز ہو تو اس پر بھروسہ کر کے اپنے آپ کو اپاہج بنا لیں، بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ کمائی اور ترقی میں پوری تدبیر اور پوری کوشش سے کام لیں۔ البتہ اس کا یقین رکھیں کہ نتیجہ اور انجام اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے یہ غرور ہرگز نہ کریں کہ ہم نے ایسا کیا اور ہمارے کئے کا یہ نتیجہ ہوگا بلکہ یہ عقیدہ رکھیں کہ پھل دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، البتہ کوشش کرنا اپنا کام ہے مگر یہ بھی سمجھتے رہیں کہ کوشش بھی صرف اللہ ہی کی مدد سے

ہو سکتی ہے

خلاصہ

جب حضورؐ کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کی تجارت کے وکیل ہو کر شام تشریف لے گئے جہاں "نسطورا" راہب سے ملاقات ہوئی جس نے حضورؐ کو نبوت کی بشارت دی اس سفر میں خدا کے حکم سے حضورؐ پر گرمی کے وقت برابر سایہ ہوتا تھا اور پھر بہت جلد تمام مال فروخت کر کے دوسرا مال لے کر واپس مکہ تشریف لائے جب یہ مال مکہ شریف میں فروخت کیا گیا تو دوگنا نفع ہوا حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ اس سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھے

حضورؐ کی ازدواجی زندگی

سوال۔ حضورؐ نے پہلا نکاح کس سے کیا؟

جواب۔ حضرت خدیجہ رضؓ سے جو بیوہ عورت تھیں۔

سوال۔ شام کے سفر سے واپس آکر کتنے عرصہ بعد یہ نکاح ہوا

جواب۔ دو ماہ[1] بعد

سوال۔ حضورؐ کی عمر اس وقت کیا تھی؟

جواب۔ پچیس[2] سال دو ماہ دس[3] دن[4]

---

[1] درس التاریخ الاسلامی ۱۲ [2] سرور المحزون ۱۲

سوال۔ حضرت خدیجہ رض کی عمر اس وقت کیا تھی؟

جواب۔ چالیس[1] سال۔

سوال۔ حضرت خدیجہ رض کے والد اور والدہ کا نام کیا تھا اور سلسلہ نسب کیا تھا؟

جواب۔ والد کا نام "خُوَیلِد" تھا اور والدہ کا نام "فاطمہ" سلسلہ نسب یہ ہے کہ دادا کا نام "اسد" ان کے والد کا نام "عبدالعزیٰ" اور عبدالعزیٰ قُصیّ کے بیٹے تھے۔ جن کا ذکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب شریف میں آچکا۔

سوال۔ اس نکاح کی کیا صورت ہوئی۔

جواب۔ جیسا کہ مذہب اسلام میں بیوہ عورت کا دوبارہ شادی کرنا کچھ معیوب نہیں اسی طرح عرب میں پہلے بھی بیوہ عورتیں شادی کرلیا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رض نے حضور کے اخلاق اور پاکیزہ عادتوں کی تعریفیں پہلے بھی سُنی تھیں اور اپنے خاص غلام "میسرہ" سے جب سفر کے عجیب عجیب حالات معلوم ہوئے تو اور بھی زیادہ اعتقاد ہوگیا اور یقین ہوگیا کہ حضور کا اقبال ہمایوں بہت جلد چودھویں رات کا چاند ہوکر ہمیشہ ہمیشہ چمکے گا۔ چنانچہ ایک ذریعہ سے اس عقد

---

[1] الکمال فی اسماء الرجال ۱۲۔

کی سلسلہ جنبانی شروع کی، جس کو حضورؐ نے منظور فرمالیا اور پھر ایک بڑے مجمع میں جس میں حضورؐ کے سارے چچا اور دوسرے رشتہ دار بھی تھے، نکاح ہوگیا۔

سوال۔ حضرت خدیجہ رضؓ آپ کے نکاح میں کتنے عرصہ رہیں اور کل عمر کس قدر ہوئی۔

جواب۔ تقریباً پچیس سال پونے دس ماہ۔ چودہ سال نبوت سے پہلے اور دس سال نبوت کے بعد اور کل عمر چونسٹھ اور پینسٹھ سال کے درمیان ہوئی۔

سوال۔ حضرت خدیجہ رضؓ کی زندگی میں حضور نے کوئی دوسرا نکاح کیا یا نہیں؟

جواب۔ اس زمانہ میں حضور نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا باوجودیکہ نکاح کرنے کی ضرورت موجود تھی، کیونکہ حضورؐ کا زمانہ شروع عمر کا تھا اور حضرت خدیجہ رضؓ چالیس سال سے زیادہ عمر کی بوڑھی ہوچکی تھیں۔

سوال۔ حضرت خدیجہ رضؓ سے حضورؐ کے کتنی اولاد ہوئی؟

جواب۔ دو فرزند اور چار صاحبزادیاں۔

سوال۔ ان کے نام کیا کیا تھے اور ان کی وفات کب ہوئی

جواب۔ "قاسمؓ" اور "طاہرؓ" صاحبزادوں کے نام تھے اور اور حضرت طاہر رضؓ کا نام عبد اللہ بھی بتایا جاتا ہے۔ ان

دونوں کی وفات بچپن میں ہوئی۔ زینبؓ۔ ام کلثومؓ۔ رقیہؓ فاطمہؓ صاحبزادیوں کے نام تھے۔

سوال۔ حضور کی صاحبزادیوں کا نکاح کس کس سے ہوا اور کس کس کے اولاد ہوئی؟

جواب۔ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع سے ہوا۔ ایک لڑکا "علی" نام اور ایک لڑکی "امامہ" پیدا ہوئیں۔ لڑکا لڑکپن میں وفات پا چکا تھا۔ لڑکی بڑی ہوئیں، اور حضرت "فاطمہؓ" کے بعد خالو یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا۔ مگر کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ کا پھر ان کی وفات کے بعد حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا، اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذی النورین کہتے ہیں یعنی دو نور والا۔ مگر سلسلہ ان سے بھی نہ چل سکا۔

حضرت فاطمہؓ زہراء کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ ان کے اولاد پیدا ہوئی اور ان سے سلسلہ نسب چلا۔

سوال۔ کیا حضرت خدیجہؓ کے علاوہ کسی اور سے بھی حضورؐ کے اولاد ہوئی۔؟

جواب۔ صرف ایک صاحبزادے حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ہو گئے۔

سوال۔ ان کا نام کیا تھا اور کتنی عمر پائی۔؟

جواب:۔ "ابراہیم" نام تھا اور لڑکپن ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔

خلاصہ

سفرِ شام سے واپس آنے کے دو ماہ بعد حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کر لیا جن کی عمر چالیس سال تھی اور بیوہ تھیں۔ حضور کی عمر پچیس سال دو ماہ دس دن تھی حضرت خدیجہؓ تقریباً پچیس برس حضورؐ سے نکاح کے بعد زندہ رہیں۔ چھ بچے ہوئے جن میں سے صرف حضرت فاطمہؓ سے نسب چلا حضورؐ کے ساتویں صاحبزادے حضرت ماریہؓ کے بطن سے تھے

نبوت سے پہلے حضورؐ کے اخلاق اور تعلقات

سوال:۔ نبوت سے پہلے حضورؐ کے اخلاق کی کیا کیفیت تھی، اور کسبِ معاش کی کیا صورت تھی۔

جواب:۔ حضورؐ کی ساری زندگی بہترین اخلاق کا خزانہ تھی، سچائی، دیانتداری، رحم، سخاوت، وفاداری، وعدہ کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت رشتہ داروں سے محبت، دوستوں کی ہمدردی، اعزا کی غمخواری، مخلوقِ خدا

کی خیر خواہی، غرض تمام اچھی باتوں میں حضورؐ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا کہ ناممکن ہے کوئی اس کی گرد کو بھی پہنچ سکے، بہترین اخلاق ہی کا اثر تھا کہ لوگ ادب کے باعث نام نہیں لیتے تھے "صادق" اور "امین" حضورؐ کا لقب مقرر کر رکھا تھا، متانت، سنجیدگی کم بولنا، بے فائدہ بات سے نفرت کرنا، کشادہ پیشانی اور ہنسی خوشی لوگوں سے ملنا، سادگی اور صفائی سے بات کرنا حضورؐ کا خاص شیوہ تھا۔

خداوند عالم نے آپ کو لڑکپن ہی میں تمام بری باتوں سے محفوظ رکھا جو اس زمانہ میں رواج پائی ہوئی تھیں۔ حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب، زنا، ناچ گانا، لوٹ، چوری، بت پرستی، بتوں کے نام کی چیز کھانا، بتوں پر چڑھاوا، شعر گوئی، عشق بازی، یہ تمام باتیں جو اس زمانہ میں گویا ہر کسے جسم میں ہوتی تھیں، حضورؐ کی ذات گرامی ان سب سے بالکل پاک اور صاف رہی اسی وجہ سے حضورؐ کو معصوم کہتے ہیں (یعنی گناہوں سے بچے ہوئے)، اور لطف یہ ہے کہ نہ حضورؐ نے کوئی کتاب پڑھی نہ کسی کے مرید ہوئے نہ کسی نے حضورؐ کی باقاعدہ تربیت کی۔ یہ تمام خوبیاں خدا داد تھیں۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ قوت بازو کی

سے کما کر زندگی بسر کی، حضور کی اہلیہ حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس بہت کچھ دولت تھی۔ انھوں نے اس تمام دولت کو اسلام اور مسلمانوں کی امداد میں لٹا دیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے خرچ و اخراجات میں بیوی کا احسان سر پر نہیں لیا، لکڑیاں چن کر، بھاڑ جلا کر، بکریاں چرا کر بسر اوقات کرنا حضورؐ کو آسان تھا، مگر کسی کا احسان سر پر لینا مشکل۔ اگر خدا نخواستہ بیوی کا مال حضور اپنے صرف میں لائے ہوتے تو قریش کے کافر آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ وہ تو رات دن اسی تلاش میں رہا کرتے تھے کہ بد نام کرنے کی کوئی چیز ہمارے ہاتھ لگ جائے، اور بیوی کے مال سے خرچ کرنا عرب کے خیال میں بہت بڑا عیب تھا۔ خلق خدا کی خیر خواہی اور قوم کی خدمت اور ہمدردی کی فکر حضورؐ کو ہمیشہ رہا کرتی تھی، اپنے زمانہ والوں کی حالت پر پوری دردمندی کے ساتھ اکثر غور فرمایا کرتے تھے، حضورؐ کے مشورہ کے بموجب اسی ہی زمانہ میں ایک انجمن قائم کی گئی، جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے۔ اس انجمن کے ممبر آپس میں معاہدہ کیا کرتے تھے۔

"ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔ ہم مسافروں

کی حفاظت کیا کریں گے۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے

ہم بڑوں کو چھوٹوں پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

سوال۔ حضورؐ کے ساتھ قریش کے اعتبار اور تعلقات کی کیا کیفیت تھی۔

جواب۔ قریش کو حضورؐ پر اس قدر اعتبار اور بھروسہ تھا کہ نبوت کے بعد جب مکے کے کافر حضورؐ کے جانی دشمن بن رہے تھے اس وقت بھی اپنی امانتیں حضورؐ کے پاس ہی رکھوا کر مطمئن ہوتے تھے ایک عجیب واقعہ ہے جس سے حضورؐ کے اور قریش کے تعلقات کا اندازہ ہوسکتا ہے مکہ میں سیلاب آیا جس کے سبب سے خانہ کعبہ منہدم ہوگیا قریش نے دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا چونکہ یہ چیز شہرت اور ناموری کی تھی تمام قبیلوں نے اس میں حصہ لیا۔ جب حجرِ اسود کو دیوار میں چن دینے کی نوبت آئی اور یہ کام بہت بڑی عزت کا تھا اس وجہ سے ہر قبیلہ والے دعوے کرنے لگے کہ یہ عزت ہم کو ملنی چاہیئے۔ اس کے مستحق ہم ہیں، اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ باقاعدہ جنگ کے لئے آمادگی ہونے لگی، قریش کے نیک دل اور سنجیدہ آدمیوں نے خصوصاً ابوامیہ بن مغیرہ نے جو سب میں بوڑھا تھا چاہا کہ یہ معاملہ نرمی سے طے ہوجائے اور آپس میں

خون بہنے کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ مشورہ کے لئے خانہ کعبہ کے احاطہ میں (جس کو آجکل مسجد حرام کہتے ہیں) جمع ہوئے اور غور و فکر کے بعد یہ طے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو، وہ اس معاملہ کا فیصلہ کرے گا۔ حسن اتفاق سے مجمع کی نظر سب سے پہلے جس پر پڑی وہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تھا۔ سب خوش ہوکر بول اٹھے "یہ امین ہیں صادق ہیں عرب کے بہترین شخص ہیں، خوب تشریف لائے بہترین فیصلہ یہی فرما سکتے ہیں"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضورؐ کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے چادر پھیلا کر حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے چادر میں رکھ دیا۔ اور فرمایا ہر قبیلہ کے منتخب آدمی چادر کو اٹھائیں جب حجر اسود بنیاد تک پہونچ گیا حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اٹھاکر دیوار میں نصب فرما دیا۔

سوال۔ جب یہ واقعہ ہوا تو حضورؐ کی عمر کیا تھی
جواب۔ ۳۵ سال۔

رسالت، نبوت، رسول کی تعریف اور ضرورت

سوال۔ رسالت اور نبوت کے کیا معنی ہیں؟
جواب۔ رسالت کے معنی رسول ہونا اور نبوت کے معنی نبی ہونا۔
سوال۔ رسول یا نبی کس کو کہتے ہیں؟
جواب۔ رسول اور نبی خدا کے بندے اور انسان ہوتے ہیں خدا تعالےٰ انھیں اپنے بندوں تک احکام پہنچانے کے لئے مقرر فرماتا ہے۔ وہ سچے ہوتے ہیں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ خدا کے حکم سے معجزے دکھاتے ہیں، خدا کے پیغام پورے پورے پہنچا دیتے ہیں، ان میں کمی زیادتی نہیں کرتے، نہ کسی پیغام کو چھپا دیتے ہیں۔
سوال۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔
جواب۔ نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ یہ کہ رسول تو اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس کو نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو اور نبی ایسے پیغمبر کو بھی کہتے ہیں جنہیں کو نئی شریعت

دی گئی ہو اور ایسے پیغمبر کو بھی کہتے ہیں کہ آپ سے نئی شریعت اور کتاب نہ دی گئی ہو، بلکہ وہ پہلی شریعت اور کتاب کا تابع ہو۔

سوال۔ کیا کوئی آدمی اپنی کوشش اور عبادت سے نبی بن سکتا ہے؟

جواب۔ نہیں بلکہ جسے خدا تعالیٰ بنائے وہی نبی اور رسول بنتا ہے۔ مطلب یہ کہ نبی اور رسول بننے میں آدمی کی کوشش اور ارادے کو دخل نہیں خدا کی طرف سے یہ مرتبہ عطا کیا جاتا ہے۔

سوال۔ رسول اور نبی کتنے ہیں، اور ان میں سب سے افضل رسول کون ہیں؟

جواب۔ دنیا میں بہت سے رسول اور نبی آئے، ان کی ٹھیک تعداد خدا کو معلوم ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ جتنے رسول اور نبی خدا نے بھیجے ہیں ان سب کو برحق جانیں، البتہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل اور بزرگ ہیں، خدا تعالےٰ کے تو آپ بھی بندے اور تابعدار ہیں، خدا تعالےٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے

سوال۔ رسول اور نبی کیوں آتے ہیں؟

جواب۔ طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی مرضی کو اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک وہ خود نہ بتائے یا اس کا طریقہ یا عادت اور مزاج نہ معلوم ہو، انسان پر واجب ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے تابع رہے، کیونکہ وہ خدا کا بندہ ہے۔ خدا نے اس کو پیدا کیا، ہوش و حواس دیئے وہی اس کو رزق دیتا ہے۔ وہی اس کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے لیکن انسان کی عقل اتنی نہیں کہ خدا کی مرضی کو معلوم کر سکے۔ نہ اس کی آنکھوں میں اتنی طاقت کہ خدا کے نور کو دیکھ سکے اور اس کے جلال[1] والے نور کی برداشت کر سکے، نہ اس کے کانوں میں اتنی طاقت کہ خدا کی شنناد[2] دینے والی آواز سن سکے اور اس کا وہ کلام سمجھ سکے جو تمام انسانی لگاوٹوں[3] سے اونچا اور بہت اونچا ہے عقل کی کوتاہی کا یہ اثر ہے کہ کبھی وہ بری چیز کو اچھی سمجھ کر سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے، اور کبھی شیطانی کاموں میں دل لگا کر برباد ہونے لگتا ہے اور بڑھتے بڑھتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام عالم میں ظلم اور بدکاری پھیل جاتی ہے، خدا کی تعلیم بھلا دی جاتی ہے، ظلم و فساد کی اندھیری سب طرف[4] سے گھیر لیتی ہے اور آدمؑ کی اولاد تباہ اور برباد

۱؎ جلال کی تاب لا سکے ۱۲ ؎ ۲؎ پہنچت آواز سن سکے ۱۲ ؎ ۳؎ بندشوں سے بالا اور اعلیٰ ہے ۱۲

ہونے لگتی ہے تو خدا کی رحمت ان کی امداد فرماتی ہے اور کسی ایسے شخص کو پیدا کرتی ہے جس کو لڑکپن ہی سے گناہوں کے جھگڑوں سے بچایا جائے۔ اس کے دامن کو گناہ کی تمام ملاوٹوں سے پاک رکھا جائے اور رفتہ رفتہ اس کو اتنی قوت دیدی جائے کہ وہ خدا کے احکام کو سمجھ سکے اور لوگوں تک پہونچا سکے۔ تاکہ یہ خدا کی مخلوق خدا کے عذاب سے بچ جائے اور دین دنیا کی ترقی اور بھلائی حاصل کرلے۔

سوال۔ حضور کے تشریف لانے کے وقت عرب کے لوگوں کا کیا مذہب تھا اور تمام دنیا کی مذہبی حالت کیا تھی؟

جواب۔ اس زمانہ میں عرب کسی ایک مذہب کے پابند نہیں تھے۔ بلکہ مجوسیت، زرتشتی، دہریت، عیسائیت، یہودیت، شرک وغیرہ وغیرہ تمام جھوٹے مذہبوں کا عرب میں رواج تھا۔ ایک خدا کو چھوڑ کر سینکڑوں چیزوں کی پوجا کرتے تھے۔ قدرت کی ہر ایک چیز کو خدا بنا لیا تھا۔ خدا گیہوں، مٹھائی کا بت بنایا جاتا اور پوجا کر لینے کے بعد اسی خدا کو توڑ کر کھایا جاتا۔

بال اور ناخون تک سے شادی وغیرہ کی جاتی تھی۔ زندہ بیٹیوں کو زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان لیا تھا

ہو دلوں میں رشوت، سود، ظلم، حرص، طمع، عام تھی، وہ اپنے
پ کو خدا کی اولاد کہا کرتے تھے، حضرت "عزیز" کو اللہ
بیٹا مانتے تھے، ہندوستان میں کروڑوں بتوں کی پوجا
ہوتی تھی، کس قدر شرم کی بات ہے کہ بدن کے ناپاک
حصوں کو بھی پوجا جاتا تھا، ہر ہر شہر میں الگ الگ
حکومت قائم تھی۔ لوٹ مار، جھگڑا، فساد عام تھا۔ یورپ
میں خانہ جنگی اور بت پرستی کی حکومت تھی۔ غرض تمام دنیا
کی یہی حالت تھی، گمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیری تھی جو تمام
دنیا پر چھائی ہوئی تھی اور دنیا کو اس وقت کسی سچے رہبر
کی ایسی ہی ضرورت تھی جیسے ماہی بے آب کو پانی کی او اللہ اعلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بنایا جانا

سوال۔ باطنی طور پر تو حضور کو سب نبیوں سے پہلے نبوت
دیدی گئی تھی، مگر ظاہری طور پر حضور کو نبوت کب عطا ہوئی؟

جواب۔ جب عمر شریف چاند کے حساب سے چالیس
سال ایک دن ہوئی۔

سوال۔ کونسا دن تھا اور تاریخ کیا تھی؟

جواب۔ پیر کا دن تھا اور نبوت کی تاریخ نئی تحقیق کے
مطابق ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء ہے

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں تھے
جواب۔ مکہ معظمہ کے قریب جو "حرا" پہاڑ ہے اس کے ایک غار میں جسے "غار حرا" کہتے ہیں۔
سوال۔ حضورؐ وہاں کیوں تشریف لے گئے تھے؟
جواب۔ حضورؐ کو تنہائی پسند تھی، حضور کا طریقہ تھا کہ کچھ عرصہ کے لئے اس غار میں تشریف لیجا کر تنہائی میں خدا کی عبادت کیا کرتے تھے اور رات دن وہیں رہا کرتے تھے ایسا بھی ہوتا کہ وہ ناشتہ جو اپنے ہمراہ لیجایا کرتے تھے اتنی مدت کے لئے کافی نہ ہوتا تو آپ کی ہمدرد بیوی حضرت خدیجہ رضؓ جب موقع پاتیں تو خود بھی کچھ ناشتہ پہونچا دیتی تھیں۔
سوال حضور کس مذہب کے موافق عبادت کیا کرتے تھے؟
جواب۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کے مطابق۔
سوال۔ حضور نے نبوت سے کچھ عرصے پہلے کیا دیکھا؟
جواب۔ ایک نور دکھلائی دیا کرتا تھا اور آپ چھ ماہ پیشتر سے سچی خوابیں زیادہ تر دیکھا کرتے تھے، جن کی تعبیر ایسی صاف اور سچی ہوتی تھی جیسے آفتاب کا نکلنا صبح کے وقت۔

سوال ۔ حضورؐ کو نبوت عطا ہونے کی کیا صورت ہوئی؟
جواب ۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام غار حرا میں آئے اور انھوں نے کہا "اقرأ" یعنی پڑھو میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں جبرئیلؑ نے اپنی آغوش میں مجھے اتنے زور سے دبایا کہ گویا جان نکلنے لگی، پھر چھوڑ کر کہا "اقرأ" یعنی پڑھئے، میرا جواب وہی تھا کہ میں پڑھا ہوا نہیں، جبرئیل علیہ السلام نے دوبارہ ایسا ہی کیا آخر کار جب تیسری مرتبہ اسی قدر زور سے آغوش میں دبا کر چھوڑا اور فرمایا کہ پڑھو، میں نے کہا "کیا پڑھوں" اس وقت یہ چند آیتیں پڑھیں۔ اقرأ باسم ربك الذی خلق سے علم الانسان ما لم یعلم تک

خلاصہ

حضور کو پیدائش شریف سے اکتالیسویں برس ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ کوہ حرا کے ایک غار میں نبوت کی باعظمت خلعت عطا فرمائی گئی، اس وقت عمر مبارک چالیس سال ایک دن کی تھی۔

تبلیغ اور دعوت اسلام

سوال۔ حضورؐ نے اوّل اوّل کس طرح مسلمان بنانا شروع کیا۔؟

جواب۔ پوشیدہ طور پر جن جن لوگوں میں قابلیت اور صلاحیت پاتے تھے ان کو ہم خیال بنا کر مسلمان ہوجانے پر آمادہ کرتے تھے۔

سوال۔ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا؟

جواب۔ آزاد مردوں میں حضور کے جاں نثار دوست حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ آزاد عورتوں میں حضور کی محترمہ اہلیہ۔ شہنشاہ عالم کی مقدس ملکہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضؓ آزاد بچوں میں حضورؐ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ۔ غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ جو حضور کے آزاد کردہ غلام تھے باندیوں میں حضورؐ کی آزاد کردہ باندی ام ایمن۔

سوال۔ سب سے پہلے دوستوں اور گھر کے خاص آدمیوں کے اسلام لانے سے کیا سمجھا جاتا ہے

جواب۔ ان حضرات کا سب سے پہلے پہلی ہی آواز پر ایمان لانا حضورؐ کی سچائی اور اعلیٰ پاکیزگی پر قوی

دلیل ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو آنحضرتؐ کی چالیس سال کی ذرا ذرا سی باتوں سے پوری طرح واقف تھے اور حضورؐ کا اللہ والا طرز طریق لڑکپن سے دیکھ رہے تھے

سوال۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر صرف وظیفہ وظائف میں مشغول ہو گئے یا کچھ اور بھی کام کیا؟

جواب۔ ان حضرات نے مسلمان ہونے کے بعد فوراً ہی آہستہ آہستہ اپنے خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت بلالؓ، عمرؓو بن عنبسہ خالدؓ وغیرہ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح حضرت عبد الاسدؓ بن ہلال، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت عامرؓ بن فہیرہ جیسے بزرگ حضرات مسلمان ہو گئے، جن کو اگر اسلام کی جڑیں کہا جائے تو بجا ہے، اسی طرح عورتوں میں حضرت کی چچی یعنی حضرت عباسؓ کی اہلیہ حضرت ام الفضلؓ حضرت اسماءؓ بنت عمیس، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عمرؓ کی بہن، حضرت فاطمہؓ نے اسلام قبول کیا

سوال۔ اس طرح پوشیدہ پوشیدہ اسلام پھیلنے سے کیا

معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغی کوشش سے تم کیا سمجھتے ہو؟

جواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ تلوار کے زور سے اسلام نہیں پھیلا، بلکہ سچائی، اخلاق، اور ایمانداری کے زور سے اسلام پھیلا ہے، ورنہ ایک دو آدمی کی کیا ہمت تھی کہ کسی غیر کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور کرتا۔ اور خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ دنیا ان کی دشمن ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور دیگر حضراتؓ کی اس خطرناک زمانہ میں کوششوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ تمام مصیبتوں سے بے پروا ہوکر اسلام کی ترقی کے لئے ہمیشہ جان توڑ کر کوشش کرتا رہے۔

سوال۔ اسلام کی دعوت کتنے عرصہ تک پوشیدہ طور پر ہوتی رہی؟

جواب۔ تقریباً تین برس تک۔

سوال۔ اس عرصہ میں کتنے آدمی مسلمان ہوئے؟

جواب۔ تقریباً تیس آدمی۔

سوال۔ اس زمانہ میں مسلمان کہاں رہا کرتے تھے؟

جواب۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہر مکہ کے کنارے پر ایک مکان تجویز فرما دیا تھا عموماً مسلمان

اسی میں رہا کرتے اور عبادت کیا کرتے تھے اور حضورؐ وہیں تشریف لے جاکر ان کو تعلیم اسلام سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔

خلاصہ

حضور نے خدا کے حکم کے بموجب اوّل اول پوشیدہ طور پر مسلمان بنانا شروع کیا تقریباً تین سال اسی طرح اسلام کی تبلیغ ہوتی رہی، جو حضراتؓ مسلمان ہوئے انہوں نے اپنا فرض محسوس کیا اور فوراً دوسروں میں تبلیغ شروع کردی اسی طرح آہستہ آہستہ تین سال کے عرصہ میں تقریباً تیس آدمی مسلمان ہوگئے، یہی وہ لوگ تھے جن سے اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ ان کا اس طرح اسلام لانا روشن دلیل ہے، کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ بلکہ روحانی اور اخلاقی طاقت نے لوگوں کو اسلام کا عاشق بنایا۔ اتنی ہمت نہ تھی کہ کھلم کھلا احکام اسلام کے بموجب عبادت کرسکیں مجبوراً چھپ چھپ کر اسلام کے احکام کی تعمیل کیا کرتے تھے

کھلم کھلا اسلام کی تبلیغ اور سچی آواز کی مخالفت

سوال۔ کھلم کھلا اسلام کی تبلیغ کس طرح شروع کی گئی؟

جواب۔ مکہ کی ایک پہاڑی پر جس کا نام صفا ہے حضور تشریف لے گئے اور قریش کے خاندانوں کو نام بنام پکارا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے، تو آپ نے فرمایا۔ اگر میں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے اور قریب ہے کہ تم پر حملہ کر دے تو کیا تم اس خبر کو سچ جانو گے۔

حاضرین نے ایک زبان ہو کر جواب دیا۔

آپ کی سچائی کا ہمیں پورا یقین ہے آجتک کوئی خلاف بات آپ سے سرزد نہیں ہوئی۔ اسی باعث سارا عرب آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتا ہے، کیسے ممکن ہے کہ اتنی بڑی خبر کو ہم سچ نہ مانیں حضور نے فرمایا اگر تم نے اپنے ناپاک خیالات اور غلط عقیدوں کو نہ چھوڑا تو یقین جانو۔ خدا کے سخت عذاب کا لشکر تم کو تباہ کر دے گا۔ میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں

سوال۔ جب خداوند عالم کا یہ حکم نازل ہوا۔

وَاَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤ، تو حضور نے اس کی تعمیل کس طرح کی۔

جواب۔ حضور نے عبد مناف یعنی پر دادا کی اولاد میں سے

تقریباً چالیس آدمی جمع کیئے اور فرمایا جو تحفہ تمہارے لئے میں لایا ہوں، دنیا میں کوئی شخص اپنی قوم یا جماعت کے لئے اس سے بہتر تحفہ نہیں لایا، میں تمہارے لئے دین و دنیا کی ترقی اور کامیابی لایا ہوں، خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں دنیا کے تمام آدمیوں سے اگر میں جھوٹ بولتا تو واللہ تم سے جھوٹ ہرگز نہ بولتا اگر میں دنیا کے آدمیوں کو دھوکا دیا کرتا تو میرا ضمیر کس طرح گوارا نہ کرتا کہ تمہیں دھوکا دوں اس پروردگار کی قسم جو یکتا ہے، میں تمہارے پاس رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سوال۔ قریش نے اس سچی پکار کا کیا جواب دیا؟

جواب:۔ "ابولہب" (حضورؐ کا چچا) کھڑا ہوا اور للکارا تباً لک الھذا جمعتنا۔ تو برباد ہو گیا اسی واسطے ہمیں اکٹھا کیا تھا "معاذاللہ" قرآن پاک کی سورۃ تبت) ید ابی لھب سے خدا تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا ہے۔ ترجمہ۔ "ابولہب" ہی برباد ہو گیا۔

اس کے بعد کفار نے وہ تکلیفیں حضورؐ کو اور آپ کے ساتھیوں اور حمائتیوں کو پہونچائیں کہ ان کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، دنیا ان کی مثال سے خالی ہے خدا کی پناہ، کبھی حضور کے راستوں سے کانٹے بچھا دیئے

جاتے کبھی کوٹھیوں کے اوپر سے غلاظت اور کوڑے کرکٹ کے ٹوکرے حضورؐ کے جسم پاک پر پھینکے جاتے، کبھی اس جسد مبارک کے خون سے سارا بدن نہلا دیا جاتا۔ خدا کی قدرت نظر آتی تھی جب اللہ کے اس گھر میں جہاں جانور کو ستانا بھی حرام سمجھتے تھے خود حضورؐ کے رشتہ داروں کی طرف سے حضورؐ کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائی جاتیں۔

وہی کعبہ جو خدا کا گھر تھا، جو تمام مخلوقات کے لئے امن کی جگہ تھا۔ جب خدا کا سب سے زیادہ پاک اور پیارا بندہ خدا کے سامنے سجدہ کرتا تو کبھی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچا جاتا جس سے گلا گھٹنے لگتا، آنکھیں باہر کو آنے لگتیں، کبھی سر پر اونٹ کی اوجھ رکھدی جاتی جس میں منوں غلاظت ہوتی، کبھی اس مقدس سر کو کچلنے کی کوشش کی جاتی جو خدا کے لیے خوف گھر میں اللہ کے سامنے زمین پر رکھا ہوا تھا کبھی خدا کے اس پاک اور محبوب بندے کو شہید کر دینے کے منصوبے کئے جاتے۔

ایسا بھی ہوا کہ آپ کے ساتھیوں کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ مکہ کی وہ کنکریلی زمین جو تنور کے بھوبھل کی طرح تپتی ہے دوپہر کی آگ برسانے والی دھوپ میں حضرت بلال حبشی رضؓ کا بچھونا بنائی جاتی تھی۔ ننگا لٹا کر ان کے سینہ

پر پتھر رکھدیا جاتا کہ ہل بھی نہ سکیں گردن میں رسی باندھ کر بچوں کے حوالہ کردی کہ پہاڑ کے پتھروں میں گھسیٹتے پھریں، ایسا بھی ہوا کہ حضورؐ کے ساتھیوں کی مشکیں کس کر صرف اس جرم پر روزانہ بید لگائے گئے کہ بت پرستی کیوں چھوڑ دی۔ کسی کی گردن تڑوڑی جاتی سر کے بال کھینچے جاتے۔ دھوئیں میں بند کر کے حضرت عثمان غنی رضؓ کا دم گھونٹا جاتا، کسی کو گائے اور اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا، کسی کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے پتھروں پر گرادیا جاتا۔

او کمبخت ابوجہل تیرا وہ ظلم ہمیشہ یاد رہیگا کہ تو نے "بی بی سمیہ رضؓ" کے نازک حصہ میں نیزہ مار کر شہید کر ڈالا تھا، دنیا کبھی نہیں بھول سکتی کہ ان کمبختوں نے تین برس تک برابر حضورؐ کا اور حضورؐ کے ساتھیوں کا مقاطعہ رکھا تھا۔ کوشش یہ کی گئی تھی کہ کسی طرح پانی کا ایک گھونٹ یا کھانے کا ایک لقمہ بھی اللہ کے ماننے والوں تک نہ پہنچ سکے، بچے بھوک کے مارے راتوں بلبلاتے تھے۔ ان کے وہ رشتہ دار جو ان بچوں پر مکھی کا بیٹھنا بھی گوارا نہ کرسکتے تھے، ان کی بلبلاہٹ سنتے پتھر اگر کان رکھتے تو یقیناً پھٹ جاتے، لیکن ان کے دل ایک لمحہ کے لئے بھی نہ پسیجتے اور اگر کچھ متاثر ہوتے بھی تو معاہدہ کی پابندی سے مجبور ہو جاتے

تھے یا مجبور کرتی تھی ان کے ہاتھ باندھے ہوئے، اور پیروں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے تھی، قصور صرف اتنا تھا کہ اللہ کو ایک کیوں کہتے ہو۔ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ لوٹ مار، شراب خواری، جوا بازی، فحش کاری اور ہزاروں قسم کے بڑے کاموں میں ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے وہی اللہ کا یکتا بندہ جو سارے جہان کے لئے رحمت بنکر آیا تھا، جب ان کے فائدے کی باتیں سناتا تو وہ شور مچاتے کہ کوئی سُن نہ سکے، آپ کو معاذ اللہ مجنون کہتے تاکہ حضورؐ کی بات پر کوئی کان نہ لگا سکے۔ میلوں اور بازاروں کے موقعوں پر ناکہ بندی کر دیتے کہ کوئی حضورؐ تک پہونچ نہ سکے وہ پتھر برساتے اور پیچھے لگتے کہ اللہ کا بھیجا ہوا پیارا رسول چل نہ سکے۔

طارقؓ بن عبد اللہ محاربی ایک صحابی ہیں، اسلام سے پہلے "ذی المجاز" کے بازار (میلے) میں گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص سرخ دھاریوں کی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ اور پکار رہا ہے "لوگو! کہدو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کامیاب ہو جاؤگے ایک دوسرا شخص پتھر لئے ہوئے ان کے پیچھے لگا ہوا ہے، پتھروں کی مار سے قدموں اور ٹخنوں کو لہولہان کر دیا ہے، وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر للکار رہا ہے۔" اس کا کہنا مت مانو جھوٹا ہے "معاذ اللہ" میں نے کہا یہ کون ہیں، لوگوں نے بتایا عبد المطلب کے خاندان کے

ایک نوجوان ہیں۔ میں نے پوچھا پتھر مارنے والا کون ہے۔ جواب دیا گیا کہ ان کا چچا عبد العزیٰ نام جس کو ابولہب کہتے ہیں۔

الغرض ایک سچی آواز تھی جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں شہر دن کی گلیوں میں پہنچے اور میلوں کے بازاروں میں، شادی اور خوشی کی محفلوں میں رنج اور مصیبت کی ماتم گاہوں میں خانہ کعبہ کے حرم میں منیٰ اور عرفات کی وادیوں میں بھولی بھالی مظلومانہ سچائی کے ساتھ اٹھتی تھی، ظالموں کا ظلم اس کو دبانا چاہتا تھا، مگر مظلومیت کا شعلہ اس کو دن بدن بھڑکا رہا تھا۔

ظلم اور سختی جب کارگر نہ سمجھی گئی تو طمع بھی دی گئی۔ حضورؐ سے عرض کیا گیا کہ اگر حسینہ کی تلاش ہو تو سارے عرب کی عورتیں پیش ہیں، جس کو چاہو پسند کر لو، اگر روپیہ کی ضرورت ہو عرب کے خزانے موجود ہیں۔ اگر حکومت کی تمنا ہو تو ہماری گردنیں غلامی کے لئے حاضر ہیں ہم رعایا بنتے ہیں اور آپ کو بادشاہ بناتے ہیں، مگر جواب ایک تھا اور وہ یہ کہ "اگر ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی لاکر رکھدیں تو خدا کی قسم میں اس قدم سے نہ ہٹونگا، جس پر میرے خدا نے مجھے جما دیا ہے مختصر یہ کہ وہ ایک پکار تھی جو حضورؐ کی زبان سے ادا ہوتی تھی نافرمان مخلوق نے ہزاروں کوششوں سے دبانا چاہا۔ مگر وہ خدا کی پکار تھی، اللہ کی آواز کو بلند ہونا تھا وہ بلند ہوئی اور آفتاب،

بلند ہے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ آئندہ اس کو بلند رکھو۔
سوال۔ مکہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ دشمن کون کون تھے جو سب سے زیادہ تکلیف دیا کرتے تھے۔
جواب۔ حضورؐ کا چچا ابولہب، ابوجہل، جس کا نام عمرو تھا اور اس کا بھائی "عاصی" اور ولید بن عتبہ، اور ابوالبختری پسر ہشام اور عتبہ پسر ربیعہ۔ اور شیبہ پسر ربیع۔
سوال۔ دنیا میں ان کا کیا انجام ہوا؟
جواب۔ جنگ بدر میں کتے کی موت مارے گئے۔

ہجرت یا جلاوطنی

سوال۔ ہجرت کس کو کہتے ہیں؟
جواب۔ کسی مجبوری سے اصلی وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔
سوال۔ حضورؐ کے زمانہ میں کتنی ہجرتیں ہوئیں؟
جواب۔ تین۔
سوال۔ ان کے نام کیا کیا ہیں؟
جواب۔ ہجرت حبشہ اولیٰ۔ یعنی حبشہ کی طرف پہلی بار ہجرت
(۲) ہجرت حبشہ ثانیہ۔ یعنی ملک حبشہ کی طرف دوسری بار ہجرت
(۳) ہجرت مدینہ یعنی مدینہ کی طرف ہجرت۔

سوال۔ پہلی مرتبہ مکہ چھوڑکر لوگ کہاں گئے۔
جواب۔ ملک حبشہ میں۔
سوال۔ حبشہ کے بادشاہ کا نام اور اس کا لقب و مذہب کیا تھا
جواب۔ نام اصحمہ بن بحبری۔ مذہب عیسائی اور لقب نجاشی تھا۔ جو حبشہ کے ہر بادشاہ کا ہوا کرتا تھا۔
سوال۔ اس ہجرت میں کتنے آدمی تھے۔
جواب۔ کل پندرہ ۱۵ یا سولہ ۱۶۔ دس ۱۰ یا گیارہ مرد۔ اور چار ۴ یا پانچ عورتیں۔
سوال۔ ان میں حضورؐ تھے یا نہیں۔ اور سردار کون تھا؟
جواب۔ اُن میں حضور نہیں تھے، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی تھے ان سب کے سردار تھے۔ بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ سردار تھے جو حضورؐ کے داماد تھے۔ اور حضورؐ کی صاحبزادی سمیت ہجرت کر گئے تھے۔
سوال۔ ان لوگوں نے ہجرت کیوں کی؟
جواب۔ جب قریش نے ان حضرات کی زندگی دوبھر کردی تو حضورؐ نے ان کی جان کا خوف کرکے اجازت دیدی تھی کہ وہ حبشہ چلے جائیں۔
سوال۔ قریش نے ان کے مقابلہ میں کیا کیا؟

جواب۔ قریش نے "عمرو بن العاص" اور عبداللہ بن ابی امیہ" کو تحفے تحائف دے کر حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا انھوں نے بادشاہ کے سامنے تحفے پیش کر کے درخواست کی کہ ان لوگوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے وہ قوم اور مذہب کے باغی ہیں

سوال۔ نجاشی نے کیا جواب دیا؟

جواب۔ جب تک میں ان لوگوں سے گفتگو نہ کرلوں اور اسلام کی حقیقت نہ معلوم کرلوں حوالہ نہیں کرسکتا۔

سوال۔ نجاشی سے کس نے گفتگو کی؟

جواب۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

سوال۔ وہ گفتگو کیا تھی۔ مختصر طور پر بتاؤ۔

جواب۔ شاہ حبشہ نے کہا "اپنا مذہب اور صحیح صحیح واقعات بتاؤ۔ اس وقت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا۔

"شاہا گمراہی اور جہالت کا ایک دور تھا ہم اس میں پھنسے ہوئے تھے۔ مٹی اور پتھر کے بے حس و حرکت بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حرام اور مردار ہماری خوراک تھی ہزاروں قسم کی بری باتیں ہمارا شیوہ رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی پڑوسیوں پر ظلم، حلیفوں سے بدعہدی، ہماری عادت ہوگئی تھی ہمارا طاقتور کمزور کو کھائے جاتا تھا۔

خدا کی شان کہ اس نے ہماری اصلاح کے لئے ایک سچا

جس کے حسب ونسب سے ہم واقف، اس کی سچائی دیانتداری پاکدامنی سارے عرب میں مشہور۔

اس نے ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی اور بتایا کہ ہم کسی کو اس کا شریک یا مددگار نہ مانیں۔ مٹی اور پتھر کی ان گھڑی ہوئی مورتیوں کے سامنے سے گردن کھینچ لیں جن کے قدموں میں ہمارے سر مارے مارے پھرتے تھے۔

اور حکم فرمایا کہ سچ بولو، عزیزوں رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو۔ پڑوسیوں پر احسان کرو۔ حرام سے بچو، بے گناہوں کے قتل وخون سے ہاتھ روکو۔ بُری باتوں سے نفرت کرو جھوٹی باتوں پر لعنت بھیجو۔ یتیم کا مال ہرگز مت کھاؤ۔ نماز پڑھو روزہ رکھو، حج اور زکوٰۃ ادا کرو۔

جناب والا۔ ہم ان پر سو جان سے ایمان لے آئے اور دل سے ان کی تصدیق کی، اس کے بعد سورۂ مریم کی تلاوت کی اور حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے متعلق اسلامی عقیدہ کو واضح کیا۔

سوال۔ بادشاہ پر اس کا کیا اثر ہوا؟

جواب۔ اس سچی اور درد بھری تقریر کو سن کر وہ خود بھی ایمان لے آیا اور ان مسلمانوں کو قریش کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

سوال۔ یہ ہجرت نبوت ملنے سے کون سے سال ہوئی۔

جواب۔ پانچویں سال۔
سوال۔ یہ لوگ حبشہ سے کتنے عرصہ بعد لوٹے
جواب۔ دو یا تین ماہ بعد
سوال۔ اس قدر جلد کیوں واپس آئے۔
جواب۔ ایک غلط خبر مشہور ہوگئی تھی کہ مکہ کے کافر مسلمان ہوگئے
سوال۔ واپسی پر مکہ کے کافروں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
جواب۔ وہی ظلم وستم، جبر و قہر۔

خلاصہ

قریش کے ظلم سے تنگ آکر کچھ لوگوں کو مکہ چھوڑ دینے کی اجازت دی گئی، پہلی مرتبہ ۱۵ یا ۱۶ آدمی مکہ چھوڑ کر حبشہ گئے۔ حضرت جعفرؓ یا حضرت عثمان غنیؓ ان کے سردار تھے، قریش نے ان کا تعاقب کیا۔ دو آدمیوں کو تحفہ تحائف دیکر حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو ان کے حوالہ کردیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے واقعات پوچھے جن کو سنکر وہ خود ایمان لے آیا اور ان کی حوالہ کرنے سے انکار کردیا۔ ایک غلط خبر کی بنا پر تین ماہ بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔ مگر واپس آنے پر کفار نے پہلے سے زیادہ تنگ کیا بادشاہ کا نام اصحمہ تھا۔ لقب نجاشی۔ مذہب عیسائی۔

اسلام کی ترقی۔ اور حضور کا مقاطعہ

سوال۔ پہلی ہجرت سے واپسی نبوت کے کون سے سال ہوئی؟
جواب۔ پانچویں سال میں۔
سوال۔ اس سال تک مسلمانوں کی تعداد کتنی ہوگئی تھی ؟
جواب۔ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں۔
سوال۔ اس سال کا بڑا واقعہ کیا ہے ؟
جواب۔ حضور کے چچا حضرت حمزہؓ اور پھر تین دن بعد حضرت فاروق رضؓ کا مسلمان ہونا۔
سوال۔ اس سال تک مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ اور ان دونوں بزرگوں کے اسلام لانے کا کیا اثر ہوا ؟
جواب۔ اس وقت تک مسلمان ہونے والے حضرات اگرچہ عقلمندی، سنجیدگی اور طبیعت کی نیکی میں بے نظیر اور مشہور تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مقدموں کا بہترین فیصلہ کرنے میں مشہور تھے۔ مگر یہ حضرات رعب اور دعاک کے آدمی نہیں تھے اسی وجہ سے تمام اسلامی کام چھپ چھپ کر ادا کئے جاتے تھے اور اسلام اس سال تک گویا پوشیدہ راز تھا یہ دونوں بزرگ چونکہ جری۔ شجاع، اور بارعب تھے، ان دونوں

حضرات نے خصوصاً حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس چھپا لکی کو ایک دم اٹھا دیا، خیال یہ ہے کہ اس ہی توقع کی بنا پر حضورؐ نے دعا بھی فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو قوت عطا فرما اور یہ امید تھی جس نے مسلمانوں کو اس درجہ خوش کر دیا کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے مسلمان ہونے پر بے اختیار نعرۂ تکبیر اس قدر زور سے بلند کیا کہ مکہ کی گلیاں گونج اٹھیں، چنانچہ خیالات کے موافق عمر فاروق رضؓ نے عمل بھی کیا۔

سوال۔ اسلام کے بعد حضرت فاروق اعظم رضؓ کا پہلا کارنامہ کیا ہے؟

جواب۔ فاروق اعظم رضؓ جب اسلام سے مشرف ہو چکے تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم حق پر ہیں تو اس چھپا لکی کی کوئی وجہ نہیں اور پھر مسلمانوں کو ساتھ لیا اور حرم میں جا کر ایک خدا کی عبادت بجا لائے۔

سوال۔ کفار نے اس دلیری کو کس نگاہ سے دیکھا؟

جواب۔ دن بدن اسلام کی ترقی نے ان کو سہما دیا۔ اپنے دن انھیں نظر آنے لگے۔ فوری طور پر تو اس دلیری کا جواب مار پیٹ سے دیا لیکن پھر پوری طاقت سے مسلمانوں کو فنا کر دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

سوال۔ مسلمانوں کو مٹا دینے کی کیا شکل نکالی۔
جواب۔ یہ انتظام تو پہلے ہی سے تھا کہ کوئی شخص حضورؐ تک پہونچ نہ سکے۔ راستوں پر آدمی بٹھا دیئے جاتے تھے تاکہ آنے جانے والوں کو پہلے ہی روک لیا جائے اور طرح طرح کی جھوٹی تہمتوں سے اس کے کان بھر دیئے جائیں تاکہ اسکے دل میں حضورؐ سے (معاذ اللہ) نفرت بیٹھ جائے اور وہ اس طرف کا خیال بھی نہ کرے، مگر اب حضورؐ کو (نصیب دشمنان) شہید کر دینے کے منصوبے ہونے لگے، مگر خطرہ صرف یہ تھا کہ حضورؐ کے خاندان کے آدمی خون کا بدلہ لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور لڑائی چھڑ جائے گی تو اب یہ کوشش ہونے لگی کہ حضورؐ کے حمائیتوں کو حضورؐ سے چھڑا دیا جائے۔

چنانچہ حضورؐ کا مقاطعہ کر دیا گیا۔ اور آپ کے خاندان کے جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر آپ کے حمایتی تھے، ان سے مطالبہ کیا گیا کہ (خاکم بدہن) حضورؐ کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم شہید کر ڈالیں اگر ایسا نہ کروگے تو تمہارا بھی کھانا پینا بند۔ یعنی مقاطعہ کر دیا جائے گا۔

سوال۔ مقاطعہ کی کیا شکل ہوئی۔ اور حضورؐ کے ساتھیوں نے حضورؐ کا ساتھ چھوڑا یا نہیں؟

جواب۔ مسلمان تو کیا جو کافر آپ کے حمایتی تھے انھوں نے

بھی حمایت نہیں چھوڑی، اس پر اُن سب کو مکہ مکرمہ کے اس مقام پر ڈال دیا گیا جس کو شِعب کہ کہتے ہیں اور عام طور سے بندش لگادی گئی کہ نہ کوئی شخص ملاقات کرے نہ کھانے پینے یا اور کسی قسم کی ضرورت کی کوئی چیز حضورؐ تک پہونچا سکے۔ اور اس کے متعلق کافروں کے بڑے بڑے سرداروں نے ایک معاہدہ لکھکر خانہ کعبہ میں رکھدیا

سوال۔ یہ مقاطعہ کب شروع ہوا؟

جواب۔ نبوّت سے ساتویں برس، محرم کے مہینہ میں

سوال۔ اس مقاطعہ یا محاصرہ یا نظربندی کے زمانہ میں مسلمانوں پر کیسی گذری۔

جواب۔ دانہ، پانی کا پہونچنا بند تھا۔ بھوک سے بچے بلبلاتے تھے وہ کافر جو خاص رشتہ دار تھے، اُن کی آوازیں سنتے مگر رشتہ داروں کے خون سفید ہوگئے تھے۔ یا تو رحم ہی نہ آتا تھا یا معاہدہ کی پابندی نے دلوں سے رحم نکال دیا تھا درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں کھاکر زندگی بسر کی جاتی تھی۔

سوال۔ سب صحابی محاصرہ ہی میں رہے، یا محاصرہ کے علاوہ کوئی اور حکم بھی تھا۔

جواب۔ حضورؐ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت بھی دیدی تھی۔

چنانچہ مسلمانوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

خلاصہ

نبوت سے پانچویں سال میں حضرت حمزہؓ اور ان کے تین روز بعد حضرت عمر فاروقؓ اسلام میں داخل ہو گئے یہ دونوں حضرات دھاک کے آدمی تھے مسلمانوں نے پہاڑ کی کھائی سے نکل کر بیت اللہ میں عبادت ادا کی۔ کفار نے اسلام کی بیخ کنی کا پوری قوت سے تہیہ کر لیا چنانچہ حضورؐ کا اور حضورؐ کے ساتھیوں کا مقاطعہ کر دیا گیا۔ مکہ کے قریب شعیب ابی طالب میں ان کو ڈال دیا گیا۔ بلا لحاظ مذہب۔ حضورؐ کے حمائتیوں نے حضورؐ کا ساتھ دیا۔ درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں کھا کر بسر کی۔ حضورؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی بھی اجازت دے دی تھی۔

سے دوبارہ ہجرت حبشہ

اور

مقاطعہ یا حصار کے باقی حالات

سوال۔ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کب ہوئی۔ اس کا نام کیا ہے، اس میں کتنے آدمی شریک تھے؟

جواب۔ یہ واقعہ نبوت سے ساتویں سال پیش آیا یہی سال مقاطعہ کے شروع کا ہے۔ اس ہجرت کو ہجرت حبشہ ثانیہ کہتے ہیں اور اس میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں شریک تھیں۔ اور ان کے علاوہ یمن کے کچھ آدمی یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی قوم کے آدمی بھی ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

سوال۔ یہ حصار کتنے عرصہ باقی رہا اور کون سے سال ختم ہوا؟

جواب۔ تین برس تک برابر رہا اور نبوت کے دسویں سال اس کا خاتمہ ہوا۔ جب عمر شریف ۵۰ سال تھی۔

سوال۔ اس مقاطعہ یا حصار کا کس طرح خاتمہ ہوا؟

جواب۔ کفار قریش نے جب دیکھا کہ ان کی انتہائی سختی بے اثر رہی، اسلام کے پیروں میں بیڑیاں نہیں ڈال سکے

خدا کی آواز کو روک نہ سکے مسلمانوں کی مظلومیت عام طور سے ظاہر ہونے لگی اور خطرہ ہوا کہ عام عرب والوں کے دل میں ہماری طرف سے اگر نفرت بیٹھ گئی تو اسلام کی ترقی ہو گی، ہماری عزت اور عظمت جاتی رہیگی۔ تو خود قریش ہی کے کچھ کافروں نے اس مقاطعہ کی مخالفت میں آواز اٹھانی شروع کر دی۔ اتفاق سے اس عرصہ میں اس عہد نامہ کے حرفوں کو بھی دیمک نے کھا لیا تھا۔ جو مقاطعہ کرنے کے وقت لکھا گیا ہو گا۔

بالآخر نبوت سے دسویں سال اس ناجائز قید "حبس بیجا" کا خاتمہ ہوا۔

سوال۔ اس سال کا حضورؐ نے کیا نام رکھا؟

جواب۔ عام الحزن، یعنی غم کا سال۔

سوال۔ اس سال کو غم کا سال کیوں کہا گیا؟

جواب۔ اس وجہ سے کہ حضورؐ کی ہمدرد اور جاں نثار۔ عمر بھر کی ساتھی غمخوار زوجہ یعنی حضرت خدیجہؓ کی وفات اس ہی عرصہ میں ہو گئی۔ جنھوں نے اپنی تمام راحت اور چین اور تمام ثروت اور دولت اسلام پر قربان کر دی تھی۔ اور ہر مصیبت میں نہایت غمخواری اور دردمندی سے حضورؐ کا ساتھ دیا کرتی تھیں، اور اسی سال حضورؐ کے چچا صاحب ابو طالب کا بھی

انتقال ہو گیا۔ وہ اگرچہ کافر ہی مرے مگر اس میں شک نہیں کہ حضورؐ کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ مقاطعہ کے زمانہ میں تین برس برابر حضورؐ کے ساتھ ہی رہے۔ اور چونکہ کفار ان کا خیال کرتے تھے اس وجہ سے اکثر لوگ حضورؐ کو کھلے بند دن ستانے میں آزادی سے کام نہیں لیتے تھے۔ کسی درجہ لحاظ بھی کر لیا کرتے تھے۔

سوال۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات پہلے ہوئی یا ابوطالب کی اور ان دونوں کی وفات میں کتنے دنوں کا فاصلہ تھا۔

جواب۔ حضورؐ کے چچا کی وفات حضرت خدیجہؓ کی وفات سے تین دن پہلے ہوئی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی تین دن بعد۔

سوال۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کون سے مہینہ میں ہوئی اور وہ کہاں دفن ہوئیں۔ اور حصار سے رہائی کے بعد یہ واقعہ ہوا یا پہلے؟

جواب۔ رمضان شریف میں اور مقام حجون میں دفن ہوئیں اور یہ واقعہ رہائی سے کچھ عرصہ بعد ہوا۔

سوال۔ کافروں کی تکلیفوں کی ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورؐ کی کس طرح دلداری کی گئی اور کیا کیا انعام حضورؐ پر نازل ہوئے۔

جواب۔ یہی زمانہ ہے جس میں معراج کی دولت حضورؐ کو عنایت فرمائی گئی۔ یہ دولت ہے کہ کائنات عالم میں نہ کسی کو اس وقت تک عنایت کی گئی تھی نہ آئندہ کی جائے گی

معراج ہی کے سلسلہ میں حضورؐ کو تمام انبیاء کا امام بنایا گیا اور جسمانی طور پر جسد اطہر کے ساتھ حضورؐ کی رسائی ان مقامات پر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ روحانی طور پر بھی اس درجہ تک نہیں پہونچ سکیگا

حضورؐ کی معراج شریف سے پہلے دنیا محض سُنا کرتی تھی کہ دوزخ اور جنت ہے اور آخرت کے معاملات برحق ہیں کسی نے نہ دوزخ کو دیکھا تھا نہ جنّت کو۔ نہ آخرت کے عذاب یا ثواب کو حضورؐ کو دوزخ اور جنت کی سیر کرا کے اور آخرت کے عذاب اور ثواب کا نظارہ دکھا کر ایک چشم دید شاہد[1] دنیا کو عطا کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں حضورؐ کے تمام نام لیواؤں پر اللہ کا سلام نازل ہوا اور پانچ وقت کی نمازیں عنایت فرمائی گئیں جو مومن کے لئے معراج قرار دی گئیں اور بتایا گیا کہ اس مختصر سی عبادت میں بندہ احکم الحاکمین جل مجدہٗ سے خطاب کرتا ہے۔

سوال۔ ابو طالب مسلمان کیوں نہیں ہوئے۔

---

[1] حاشیہ لہ اپنی آنکھ سے دیکھنے والا سچا گواہ

جواب۔ ناک کٹ جانے اور برادری اور قوم کے طعن کا خوف انسان کو ہزاروں نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے نزع کے وقت بھی جب حضورؐ نے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے فرمایا تو باوجودیکہ ابو طالب اس کی سچائی پہچانتے تھے۔ مگر یہی جواب دیا کہ برادری کے آدمی طعنہ دیں گے کہ اتنا بوڑھا آدمی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اپنے پالے ہوئے بچے کے دین میں داخل ہو گیا۔ جو لوگ رسم دنیا کی پابندی فرض سمجھتے ہیں وہ ابو طالب کے واقعہ کو یاد رکھیں اور غور کریں کہ برادری کا خوف کس طرح جنّت کی نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے

سوال۔ ابو طالب نے کتنی عمر میں وفات پائی۔ اور حضورؐ سے کتنے بڑے تھے۔؟

جواب۔ ابو طالب حضورؐ سے ۳۵ برس بڑے تھے۔ اس حساب سے ۸۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔

سوال۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی وفات کے وقت کتنے بچے چھوڑے

جواب۔ چار صاحبزادیاں اور پہلے شوہر سے ایک صاحبزادے جن کا نام "ہند" تھا۔

سوال۔ لڑکیوں میں سے کس کس کی شادی ہو چکی تھی؟

جواب۔ (حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی) باقی حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کنواری تھیں۔

سوال۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضورؐ نے دونوں

صاحبزادیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کا کیا انتظام کیا؟
جواب۔ کچھ عرصہ تک تو آپ خود ہی خیال رکھتے تھے، مگر چونکہ اسلام کی تبلیغ میں حرج ہوتا تھا۔ ایک طرف خدا کا یہ حکم کہ خداوندی احکام کو بے دھڑک ڈنکے کی چوٹ لوگوں کو سناتے رہو۔ دوسری طرف کافروں کی بڑھتی ہوئی دشمنی سے یہ خطرہ کہ موقع پاکر بال بچوں کو اپنی دشمنی کا شکار نہ بنالیں۔ لہذا حضورؐ نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کرلیا۔ جن کا محترم نام حضرت سودہؓ تھا۔
سوال۔ ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے حضورؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔
جواب۔ قریش کے لئے تھوڑی بہت جو کچھ رکاوٹ تھی ابوطالب کی وفات سے وہ بھی اٹھ گئی اور اب کھلے بندوں حضورؐ کو اذیتیں پہونچانے میں بالکل آزاد ہو گئے
سوال۔ حضور نے تبلیغ کی کیا شکل اختیار کی؟
جواب۔ مکہ کے لوگوں پر جب کوئی اثر نہ پایا تو حضورؐ نے خیال کیا کہ ممکن ہے قریب کی کسی دوسری آبادی میں کچھ اثر ہو تو آپ طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ مگر ان کمبختوں نے مکہ والوں سے بھی زیادہ تکلیفیں دیں۔ ایک دن بدمعاشوں کو اشارہ

کر دیا۔ جو جھولیوں میں پتھر بھر کر بازار میں دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ جس طرف جاتے حضور پر پتھر برساتے بدن مبارک خون میں نہا گیا تھا۔ جوتیاں خون سے بھر گئیں تھیں، بار بار سر چکراتا اور اللہ کا سب سے پیارا نبی زمین پر بیٹھ جاتا۔ مگر وہ دونوں بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے، اور پھر اسی طرح گستاخیاں کرتے، آپ مجبور ہو کر مکہ واپس تشریف لے آئے۔

سوال۔ اس سفر میں حضورؐ کے ساتھ کون تھے اور کتنی مدت حضورؐ نے طائف میں قیام کیا؟

جواب۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ حضورؐ کے ساتھ تھے اور ایک ماہ حضورؐ نے طائف میں قیام کیا۔

سوال۔ اس بلا پر اللہ کا ظاہری احسان کیا ہوا؟

جواب۔ واپسی پر جب حضورؐ "نخلہ" مقام پر صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جنات نے قرآن شریف سنا اور وہ ایمان لے آئے اور پہاڑوں کے نگہبان فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر حکم ہو تو ان تمام گستاخوں کو دو پہاڑوں کے بیچ میں لا کر خدا کے حکم سے سب کو تباہ کر دیا جائے" مگر حضورؐ کا جواب یہ تھا۔ "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اگر وہ مسلمان نہیں ہوئے تو ممکن ہے کہ ان کی نسل میں کوئی ایمان لے آئے"

ر خدا نے قریب قریب انہی سب لوگوں کو ایمان کی
فیق عنایت فرمائی۔

خلاصہ

نبوت سے ساتویں سال میں تقریباً سو آدمی دوبارہ ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ ان میں ۸۳ مکہ کے تھے اور بہت سے یمن کے اس سال محرم کے مہینہ سے حضورؐ کا پنچائتی مقاطعہ شروع ہو گیا، جو برابر تین سال تک رہا۔ اور حضورؐ اور آپ کے حامیتوں نے ہزاروں قسم کی مصیبتیں اور بھوک اور پیاس کی ہزاروں پریشانیاں جھیلیں۔ بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، اور بڑے درختوں کے پتے اور جڑیں کھا کر بسر کرتے، حضور کی عمر جب پچاس سال کی تھی، تو تین سال کے بعد یہ حصار یا مقاطعہ ختم ہوا، مگر رہائی سے تھوڑے ہی دن بعد ابوطالب اور پھر تین دن بعد حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات ہو گئی، اس وجہ سے حضورؐ نے اس سال کا نام غم کا سال رکھا۔

اسی حصار کے زمانہ میں حضور کو معراج عطا کی گئی ابوطالب نے ۸۵ برس کی عمر میں وفات پائی اور حضرت خدیجہ رضؓ نے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا "ہند" جو پہلے شوہر

سے تنہا اپنے پیچھے چھوڑے۔

لڑکیوں میں سے دو کی شادی ہو چکی تھی باقی دو کی نگرانی اور خدمت کے خیال سے حضورؐ نے حضرت سودہ رضؓ سے شادی کر لی جو ایک بیوہ مسلمان عورت تھیں اس کے بعد حضورؐ تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے مگر وہاں بہت سی مصیبتیں حضورؐ کو برداشت کرنی پڑیں

حصہ اوّل ختم ہوا

[illegible]

ہماری جدید مطبوعات

رسول اکرم کی سیاسی زندگی مجلد۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۴/۸
امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی " " -/۱۲
مقالات ابوالکلام آزاد۔ مجلد -/۲
مضامین ابوالکلام آزاد مجلد -/۲
ختم النبوت کامل ۳ حصے مولانا مفتی محمد شفیع مجلد -/۶
شہید کربلا (تذکرہ امام حسین) " " ۱/۲
کراماتِ صحابہؓ مجلد مولانا اشرف علیؒ ۱/۸
خطبات الاحکام مترجم " ۲/۸
شمائل ترمذی مترجم مکمل۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی -/۲
خلفائے راشدین " " -/۳
تاریخ اسلام کامل ۳ حصے۔ مولانا محمد میاں -/۳

گناہ بے لذت -/۱۲	تعلیم الدین مجلد ۲/
احکام القمار -/۴	حیات المسلمین مجلد -/۲
امام اعظم -/۴	سیرت خاتم الانبیاء مجلد -/۲
تعلیم الاسلام اول -/۴	سنت رسول -/۳
مختصر سیرت الرسول -/۱۰	دافع الافلاس -/۲

ناشر دارالاشاعت کراچی
مقابل مولوی مسافر خانہ

قیمت 0—12—0

Printed at Mahboob Printing Press, Karachi.

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

تاریخ الاسلام

حصہ اول

دارالاشاعت کراچی